



وما  
ارسلناك  
الا رحمة  
للعلمين

# رسول كريم

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ  
صَلِّ عَلَى الْوَالِدِ الْأَوْفَى

# نَسَبِ يَسَاقِ

کا

مصنف:

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بحیرہ شرقیہ



زاویر پبلشرز

ڈربار مارکیٹ، لاہور



رسولِ کریم  
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
نَسَبِ پاپ

DATA ENTERED

مُصَنَّف:  
حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی  
دارالعلوم تحفہ سنیہ بیہار ٹرین

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ - لاہور

voice: 042-37300642 - 042-37112954

Email: zaviapublishers@gmail.com

Website: www.zaviapublishers.com

۱۲۹۹۲۲

جملہ حقوق محفوظ ہیں  
2016ء

297-9921

2016

بار اول..... 1000

ہدیہ..... 300

ناشر..... نجابت علی تارڑ

{ لیگل ایڈوائزرز }

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور)  
0300-8800339 { ملنے کے پتے }

ظہور ہوٹل دکان نمبر 2  
دربار مارکیٹ - لاہور  
voice: 042-37300642 - 042-37112954  
Email: zaviapublishers@gmail.com  
Website: www.zaviapublishers.com

شروع

زَاوِی پبلیشرز

- 0423-7350476 صبح نورپبلی کیشنز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
- 048-6690418 صبح نورپبلی کیشنز، بالمقابل القمر ہاسٹل، بھیرہ شریف
- 021-34926110 مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی
- 021-34219324 مکتبہ برکات المدینہ، کراچی
- 0300-7548819 مکتبہ دارالقرآن، النساء روڈ، چشتیان
- 051-5558320 احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی
- 051-5536111 اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی
- 0321-7387299 نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان
- 0301-7241723 مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف
- 0321-7083119 مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ
- 041-2631204 مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد
- 0333-7413467 مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد
- 0331-2476512 مکتبہ حسان اینڈ پرفیومرز، پرانی سبزی منڈی، کراچی
- 0300-6203667 رضابک شاپ، میلاد فوارہ چوک، گجرات

Facebook: /kitabmela  
Web: kitabmela.pk  
Cell: 0313-6911714

کوئی بھی کتاب گھر بیٹھے متاوانے کے لیے: **کتاب میلہ**

## فہرست

9	اہل عرب کی فضیلت اور ان کے ساتھ محبت
17	آپ ﷺ کے نسب کی پاکیزگی اور طہارت
22	آپ ﷺ کا نسب پاک
40	آپ ﷺ کے آباء کرام کے ناموں کی شرح اور مختصر حالاتِ زندگی
40	عبداللہ
47	تمتہ
48	پہلا مسلک
58	دوسرا مسلک
62	تیسرا مسلک
72	عبدالمطلب
83	ہاشم
88	عبدمناف
89	قصی
95	کلاب
96	مرۃ

97	کعب	✿
99	لوی	✿
100	غالب	✿
101	فہر	✿
104	مالک	✿
105	نضر	✿
108	کنانہ	✿
109	خزیمہ	✿
110	مدرکہ	✿
111	الیاس	✿
112	مضر	✿
116	نزار	✿
117	معد	✿
120	عدنان	✿
124	أد	✿
124	أود	✿
125	الیسع علیہ السلام	✿

125	الہمیع	✽
125	ابن سلامان	✽
126	نبت	✽
126	حمل	✽
126	قنذار	✽
126	مقوم	✽
127	ناحور	✽
127	قیرح	✽
127	یعراب	✽
127	یشجب	✽
127	نابت	✽
127	حضرت اسماعیل علیہ السلام	✽
134	حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام	✽
141	تارح	✽
143	ناحور	✽
143	ثاروخ	✽
143	راغو	✽

143	فانح	✽
144	غنیبر	✽
144	شانح	✽
144	ارقتخذ	✽
145	سام	✽
146	حضرت نوح علیہ السلام	✽
150	لامک	✽
150	متوخ شلخ	✽
150	خنوخ	✽
153	یزد	✽
153	مھلامیل	✽
153	قینین	✽
154	یانش	✽
154	صیث	✽
154	آدم	✽
159	"انا ابن العواتک والفواطم" کا مفہوم	





## اہل عرب کی فضیلت اور ان کے ساتھ محبت

حضور ﷺ کی اصل عرب ہے اس لیے مناسب ہے کہ اہل عرب کے بعض فضائل کا تذکرہ کر دیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عرب کا کوئی قبیلہ نہیں مگر اس کے مضرى، ربیعى یا یمانی سے حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس باب کی کئی انواع ہیں۔

❖ رب تعالیٰ نے مخلوق میں عرب کو اور اہل عرب میں سے آپ ﷺ کو منتخب کر لیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”رب تعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق کیا۔ مخلوق میں سے بنو آدم کو منتخب کر لیا۔ بنو آدم میں سے عرب کو منتخب کیا۔ عرب میں سے مضر کو، مضر میں سے قریش کو منتخب کیا۔ قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب کر لیا۔ میں بہترین کی طرف، بہترین میں سے بہترین ہوں۔ جس نے اہل عرب سے محبت کی اس نے میری وجہ سے ان سے محبت کی۔ جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا اس نے میری وجہ سے ان کے ساتھ بغض رکھا۔“

(طبرانی، حاکم، بیہقی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”جب رب تعالیٰ نے خلق کو تخلیق کیا تو اس نے عرب کو منتخب کیا۔ عرب میں سے قریش کو منتخب کیا۔ قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب کر لیا۔ میں بہترین میں سے بہترین ہوں۔“ (حاکم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”جب رب تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو حضرت جبرائیل امین کو بھیجا۔ انہوں نے لوگوں کو دو حصوں میں

تقسیم کر دیا۔ ایک قسم عرب، دوسری قسم غم تھے۔ عرب میں رب تعالیٰ کے منتخب لوگ تھے۔ پھر عرب کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ پھر یمن، مضر اور قریش میں تقسیم کیا۔ رب تعالیٰ کے برگزیدہ بندے قریش میں تھے۔ پھر مجھے نکالا۔ میں اس میں سے بہترین ہوں جس سے میں ہوں۔“

وائلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل کو، بنو اسماعیل میں سے کنانہ کو، کنانہ میں سے قریش کو، قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب کر لیا۔“

❖ اہل عرب سے محبت حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”جس نے عرب سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے اہل عرب سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اہل عرب سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی۔ جس نے اہل عرب سے بغض رکھا۔ اس نے میری وجہ سے ان سے بغض رکھا۔“ (حاکم)

طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین وجوہات کی بناء پر اہل عرب سے محبت کرو۔ (۱) میں عربی ہوں۔ (۲) قرآن پاک عربی زبان میں ہے۔ (۳) اہل جنت کی زبان عربی ہے۔

❖ عرب سے بغض رکھنا دین سے جدا کر دینے والا ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”اے سلمان! مجھ سے بغض نہ رکھو ورنہ تم دین سے جدا ہو جاؤ گے۔“ میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ! میں آپ سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں۔ حالانکہ آپ کے وسیلہ سے رب تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”تم عرب سے بغض رکھو گے تو مجھ سے بغض رکھو گے۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”عرب سے صرف منافق ہی بغض رکھ سکتا ہے۔“ (طبرانی)

❖ قریش کی فضیلت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”قریش کی محبت ایمان میں سے ہے۔ ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔“ (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اس معاملہ میں لوگ قریش کے تابع ہیں ان کے مسلمان قریش کے مسلمانوں کے تابع ہیں۔ ان کے کافران کے کافروں کے تابع ہیں۔“

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”یہ معاملہ کہ قریش میں سے جو بھی ان کے ساتھ عداوت رکھے گا، رب تعالیٰ اسے منہ کے بل گرا دے گا۔ جب تک وہ دین کو قائم کرتے رہیں۔“ (بخاری)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”جس نے قریش کو ذلیل کرنے کی کوشش کی رب تعالیٰ نے اسے رسوا کر دے گا۔“ (ترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اگر قریش کے بارے میں یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ اترانے لگیں گے تو میں انہیں اس مقام سے آگاہ کرتا جو ان کا رب تعالیٰ کے ہاں ہے۔“ (امام احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”امانت کو قریش میں تلاش کرو۔ امین قریش میں ہے۔ اسے دیگر امین سے دو فضیلتیں حاصل ہیں۔ قریش کے طاقتور کو دوسرے طاقتور سے دو فضیلتیں حاصل ہیں۔“

حضرت عبداللہ بن حارث الزبیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”علم قریش میں اور امانت از د میں ہے۔“ (طبرانی)

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”قریش اہل امانت ہیں۔ جس نے ان کے ساتھ بغاوت کی رب تعالیٰ اسے ناک کے بل رسوا کرے گا۔“

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی قریش کے ساتھ مڈ بھیر ہو گئی۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: ”قتادہ! قریش کو گالیاں نہ دینا۔ شاید ان میں سے ایسے افراد دیکھو۔ جن کے عمل کے مقابلہ تم اپنے عمل کو کم دیکھو۔ جن کے افعال کے مقابلہ میں اپنے افعال کو کم جانو۔ جب تم انہیں دیکھو تو ان پر رشک کرو۔ اگر مجھے قریش کے اترانے کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں اس مقام سے آگاہ کرتا جو ان کا رب تعالیٰ کے ہاں ہے۔“

روایت ہے کہ حضرت ابو قتادہ انصاری نے فتح مکہ کے روز کہا: ”اس روز رب تعالیٰ قریش کو ذلیل کر دے گا۔“ بعض صحابہ کرام نے عرض کی: ”یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ نہیں دیکھ رہے کہ ابو قتادہ کیا کہہ رہے ہیں؟“ آپ نے فرمایا: ”ابو قتادہ! ذرا آہستہ! اگر تم اپنا حلم کا ان کے حلم کے ساتھ موازنہ کرو تو تم اپنے حلم کو ان کے حلم کے ساتھ حقیر جانو گے۔ اگر تم اپنی رائے کا ان کی رائے کے ساتھ موازنہ کرو تو تم اپنی رائے کو حقیر جانو گے۔ اگر تم اپنے افعال کا ان کے افعال کے ساتھ موازنہ کرو تو تم اپنے افعال کو حقیر سمجھو گے۔ قریش کو نہ کچھ سکھاؤ۔ بلکہ ان سے سیکھو۔ اگر قریش کے اترانے کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں اس مقام سے آگاہ کرتا جو ان کا مقام رب تعالیٰ کے ہاں ہے۔“ (بیہقی)

حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اے لوگو! قریش سے آگے نہ بڑھا کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ نہ ان سے پیچھے رہا کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ انہیں کچھ نہ سکھاؤ بلکہ ان سے سیکھو۔ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اگر مجھے قریش کے اترانے کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں اس مقام سے آگاہ کرتا جو رب تعالیٰ کے ہاں ان کا ہے۔“ (بیہقی)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”سات فضیلتوں کے ساتھ رب تعالیٰ نے قریش کو فضیلت عطا کی ہے۔ جو نہ تو ان سے قبل کسی کو عطا کی گئیں اور نہ ہی بعد میں دی جائیں گی۔ رب تعالیٰ نے قریش کو یہ فضیلت دی ہے کہ میں ان سے ہوں۔ نبوت ان میں ہے۔ حجابہ ان میں ہے۔ سقایہ ان میں ہے۔ ہاتھی والوں کے خلاف ان کی مدد کی گئی۔ دس سال تک انہوں نے رب تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی کہ ان کے علاوہ کوئی اور اس کی

عبادت نہیں کرتا تھا۔ ان کے بارے قرآن پاک کی سورت نازل کی۔ ان کے علاوہ کسی اور کے بارے سورت نازل نہ کی۔ (طبرانی)

اس ضمن میں اور بھی بہت سی روایات ہیں۔ اللہ رب العزت ابن جابر پر رحم فرمائے انہوں نے کیا خوب اشعار کہے ہیں:

من أعرِبِ العربِ إلا ان نسبتہ

الی قریش حماة البيت والحرم

ترجمہ: عربوں کا عجیب و غریب امر یہ ہے کہ ان کی نسبت قریش کی طرف ہے جو بیت اللہ کے نگہبان اور حرم کے نگران ہیں۔

لا عیب فیہم سوی الا تری لہم

ضیفًا یجوع ولا جارًا بمہتضم

ترجمہ: ”اس کے علاوہ ان میں کوئی عیب نہیں ہے کہ تو ان کو دیکھے گا کہ ان کا مہمان بھوکا نہیں رہتا نہ ہی ہمسایہ کی حق تلفی ہوگی۔“

ما عاب منہم عدو غیر انہم

لم یرفوا السیف یوما عن عدوہم

ترجمہ: ”کسی دشمن نے ان کا کوئی عیب نہیں نکالا۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے کسی دن بھی دشمن سے تلوار نہیں پھیری۔“

من غض من مجدہم فالجد عنہ نأی

لکنہ غص اذ سادوا علی الامم

ترجمہ: ”جس نے ان کی بزرگی کے حق میں کمی کی تو بزرگی اس سے دور ہوگئی۔ لیکن اسے اس وقت تنگی ہوتی ہے جب وہ اقوام پر سردار بن جاتے ہیں۔“

لا خیر فی البرء لم یعرف حقوقہم

لکنہ من ذوی الاہواء والتہم

ترجمہ: ”اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جس نے ان کے حقوق نہ جانے۔ بلکہ وہ ہی خواہشات نفسانیہ کا پیروکار اور خراب ہے۔“

عیبت عداہم فزانوہم بان تر کوا

سیوفہم وہی تیجان لہامہم

ترجمہ: ”ان کے دشمنوں نے ان پر عیب لگایا۔ انہوں نے ان کا موازنہ نہ کیا کہ وہ ان کی کھوپڑیوں پر تلوار رکھتے ہیں جو تاجوں کی مانند ہوتی ہیں۔“

تجری دماء الاعادی من سیوفہم

مثل البواہب تحری من اکفہم

ترجمہ: ”ان کی تلواروں سے ان کے دشمنوں کا خون اس طرح گرتا ہے جس طرح ان کے ہاتھوں سے عطیات گرتے ہیں۔“

لہم احادیث مجد کالریاض اذا

اہدت نواسم حی باری النسم

ترجمہ: ”ان کے بارے بزرگی کی گفتگو باغ کی مانند ہے۔ جب میرے محبوب روحوں کو پیدا کرنے والے کی طرف سے ہوا کے جھونکے تحائف لے کر آتے ہیں۔“

تری الغنی لدیہم الفقیر وقد

عادوا سواء فلازم باب قصدہم

ترجمہ: تو دیکھے گا کہ ان کے دروازے پر غنی اور فقیر یکساں طور پر آتے ہیں تو بھی ان کے دروازے کو لازم پکڑ لے۔“

قل الصباح اذا ملاح نورہم

ان کان عندک هذا النور فاتبسم

ترجمہ: ”صبح سے کہو جب کہ قریش کا نور چمکے۔ اگر تیرے پاس اس طرح کا نور ہے تو پھر مسکراؤ۔“

إذا بدا البدر تحت الليل قلت له

أ أنت يا بدر ام مرای وجوههم

ترجمہ: ”جب ماہ تمام ظاہر ہو تو اسے کہو اے چاند! تو ماہ تمام ہے یا ان کے چہروں کا آئینہ ہے۔“

كانوا عيوننا ولكن للحفاة کہا

كانوا ليوثا ولكن في عدااتهم

ترجمہ: ”وہ چشمے ہیں لیکن پاکبازوں کے لیے۔ وہ شیر ہیں لیکن اپنے مدمقابلوں کے لیے۔“

كم قائل قال حازا لبجد وارثه

فقلت هم وارثوه عن جدودهم

ترجمہ: ”کتنے ہی کہنے والوں نے کہا کہ ان کے وارثوں نے بزرگی کی حدود عبور کر

دیں ہیں میں نے کہا وہ اپنے آباء سے اس بزرگی کے وارث ہیں۔“

قد اورث البجد عبدالله شيبه عن

عمرو بن عبد مناف عن قصيهم

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ حضرت عبدالمطلب سے بزرگی کے وارث بنے، عمرو بن

عبدمناف اپنے قصی سے فضیلت کے وارث ہے۔“

فجاء فيهم بمن جال السماء و من

سما على النجم في ساهي بيوتهم

ترجمہ: ”ان میں ایسے بھی تھے جو بزرگی کے آسمان تک جا پہنچے، بعض اپنے عمدہ

گھروں میں ستاروں سے بھی بلند ہوئے۔“

فالعرب خير الناس ثم خيرهم

قریش هم وهو منهم خير خيرهم

ترجمہ: ”عرب لوگوں میں سے بہترین ہیں پھر ان میں بہترین قریش ہیں اور آپ

ﷺ ان میں بہترین سے بہترین ہیں۔“

قوم اذا قيل من؟ قالوا نبیکم

منا فهل هذه تلفی لغيرهم

ترجمہ: ”وہ ایسی قوم ہے کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تم کون ہو؟ وہ کہتے ہیں تمہارے نبی کریم ﷺ ہم میں سے ہیں پس کیا یہ سعادت کسی اور کو بھی حاصل ہے۔“

ان تقرأ "النحل" تنحل جسم حاسدہم

و فی برأة یبدو وجه جاہم

ترجمہ: ”اگر تم سورۃ النحل پڑھے تو ان کے حاسدوں کا جسم پگھل جائے گا۔ سورۃ برأت سے ان کی وجاہت کی شان عیاں ہوتی ہے۔“

قوم النبی فان تحفل بغيرهم

بین الوری فقد استسنت ذرورم

ترجمہ: ”حضور ﷺ کی قوم ایسی ہے کہ اگر تو ان کے علاوہ کسی اور کو جمع کرے گا تو تو لوگوں میں سے ورم والوں کو جمع کرے گا۔“

ان یجد العجم فضل العرب قل لهم

خیر الوری منکم ام من صمیہم

ترجمہ: ”اگر عجم والے عرب کی فضیلت کا انکار کریں تو ان سے کہو کہ حضور ﷺ کا تعلق تم سے ہے یا کہ آپ عرب کے خلاصہ میں سے ہیں۔“

من فضل العجم فض الله فاء ولو

فاهو لعضوا و عضو من نبیہم

ترجمہ: ”جس نے عجم کو فضیلت دی۔ رب تعالیٰ ان کے منہ کو خراب کرے۔ اگر انہوں نے ایسی گفتگو کی تو ان کے منہ میں بات اٹک جائے گی۔ وہ اپنے نبی کریم ﷺ سے شرمندہ ہوں گے۔“





## آپ ﷺ کے نسب کی پاکیزگی اور طہارت

آپ ﷺ کے نسب کی طہارت کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ آپ ﷺ بنو ہاشم کا خلاصہ اور قریش کے عمدہ خاندان میں سے ہیں۔ آپ ﷺ سارے عرب و عجم سے معزز ہیں۔ آپ ﷺ والد گرامی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے عمدہ خاندان سے ہیں۔ آپ ﷺ سارے اہل مکہ اور سارے انسان بلکہ ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ اس کی گواہی آپ ﷺ کے دشمن بھی دیتے تھے۔ یہی گواہی ابوسفیان نے ملک الروم قیصر کے سامنے دی تھی۔ حالانکہ وہ اس وقت آپ کا دشمن تھا۔ آپ کی قوم ساری اقوام سے معزز، آپ ﷺ کا قبیلہ سارے قبائل سے افضل، آپ ﷺ کا خاندان سارے خاندانوں سے افضل ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ (الانعام: ۱۲۴)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ بہتر جانتا چاہے (اس دل کو) جہاں وہ رکھتا ہے اپنی رسالت کو۔“

حضرت عکرمہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تَقْلِبْكَ فِي السَّاجِدِينَ (الشعراء: ۲۱۹) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت میں جلوہ افروز ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ بنی بن کر جلوہ نما ہوئے۔ (البراز، طبرانی) حضرت عطاء سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور ﷺ انبیائے کرام کی پشتوں سے منتقل ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر سے اطہر جلوہ افروز ہوئے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”میں بنو آدم کے بہترین زمانہ میں مبعوث ہوا ہوں۔ قرن بہ قرن زمانہ تبدیل ہوتا رہا حتیٰ کہ وہ زمانہ آگیا جس میں میں مبعوث ہوا۔“ (بخاری)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”عرب میں سے مضر اور مضر میں سے بنو عبد مناف اور بنو عبد مناف میں سے بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں سے بنو عبد المطلب بہترین ہیں۔ بخدا! جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی تخلیق کی ہے جب بھی اولاد آدم دو حصوں میں منقسم ہوئی میں ان میں سے بہترین میں تھا۔“ (ابو نعیم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”رب تعالیٰ نے مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ مجھے بہترین قسم میں رکھا۔ پھر دو قسموں کو تین حصوں میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین ثلث میں رکھا۔ پھر تین حصوں کے قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر قبائل کو گھروں میں تبدیل کیا تو مجھے بہترین گھر میں رکھا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ - (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو!“

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”حضرت جبرائیل امین نے کہا: ”میں نے زمین کے مشارق و مغارب چھان مارے۔ میں نے کسی کو محمد عربی سے افضل نہیں پایا، نہ ہی کسی قبیلہ کو بنو ہاشم سے افضل پایا۔“ (طبرانی، بیہقی، ابن عساکر) حافظ نے ”امالی“ میں لکھا ہے کہ اس متن میں صحت کی علامات عیاں ہیں۔

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہما نے معضل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس حضرت جبرائیل آئے انہوں نے عرض کی: ”محمد عربی! ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا میں زمین کے مشرق و مغرب میں گھوما۔ میں نے کنانہ سے عمدہ کسی کو نہ دیکھا۔ پھر اس نے مجھے حکم دیا میں کنانہ میں گھوما۔ میں نے قریش سے بڑھ کر عمدہ کسی قبیلہ نہ دیکھا۔ اس نے مجھے حکم دیا میں نے قریش کی چھان بین کی۔ میں نے بنو ہاشم سے بڑھ کر کوئی قبیلہ نہ دیکھا۔ پھر اس نے مجھے حکم دیا۔ میں ان کے نفوس میں سے منتخب کر لوں۔ مجھے کوئی نفس آپ ﷺ کے نفس سے بہترین نظر نہ آیا۔“ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”مجھے کسی باغیہ نے جہنم

نہیں دیا۔ جب سے میں حضرت آدم کی صلب سے نکلا ہوں۔ نسل در نسل اقوام مجھے کھینچتی رہیں حتیٰ کہ عرب کے دو بہترین قبائل بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے میرا ظہور ہوا۔“ (ابن عساکر)

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”لقد جاءكم رسول من انفسكم۔“

الفاء کے فتح کے ساتھ۔ میں تم میں سے نبی، سسرال اور حب کے اعتبار سے بہترین (نفس) ہوں۔ حضرت آدم سے لے کر میرے آباء میں سے کوئی بھی بدکاری کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا۔ سب صحیح نکاح سے پیدا ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”حضرت آدم سے

لے کر میرا ظہور قدسی نکاح سے ہوا۔ وہ کبھی بھی بدکاری سے نہ ہوا۔“ (ابن سعد، ابن عساکر)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”میرا

ظہور ہمیشہ صحیح نکاح سے ہوتا رہا۔ کسی وقت بھی بدکاری سے نہ ہوا۔“ (ابن سعد، ابن عساکر)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”میرا ظہور صحیح نکاح

سے ہوا۔ میرا ظہور حضرت آدم سے لے کر کبھی بھی بدکاری کی وجہ سے نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ میں اپنے

والدین کریمین کے گھر جلوہ افروز ہو گیا۔ زمانہ جاہلیت کے نکاح میں سے مجھے کچھ بھی نہیں

پہنچا تھا۔ مجھے ہمیشہ نکاح اسلام کی طرح کے نکاح سے جنم دیا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”مجھے جاہلیت کی

بدکاری میں سے کسی چیز نے جنم نہیں دیا۔ مجھے ہمیشہ نکاح اسلام کی طرح کے نکاح نے ہی جنم

دیا۔“ (طبرانی، ابو نعیم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (اسلام سے سعادت مند ہونے والے)

قریش حضرت آدم کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل رب تعالیٰ کے سامنے نور تھا۔ وہ نور رب تعالیٰ

کی تسبیح بیان کرتا تھا۔ اس کی تسبیح کی وجہ سے ملائکہ بھی رب تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے۔ جب رب

تعالیٰ نے حضرت آدم کی تخلیق کی تو وہ نور حضرت آدم کی پشت میں رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے

فرمایا: ”رب تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت میں مجھے زمین پر اتارا۔ مجھے حضرت نوح کی صلب میں رکھا۔ پھر مجھے حضرت ابراہیم کی پشت میں رکھا۔ دو مجھے پاکیزہ اصلاب اور پاکیزہ ارحام میں رکھا۔ حتیٰ کہ میرے والدین کریمین کے ذریعے میرا ظہور کر دیا۔ انہوں نے کبھی بھی بدکاری نہیں کی تھی۔“ (اسے ابن عمر العدنی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے)

رب تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جس نے یہ اشعار کہے ہیں:

حَفِظَ الْاِلٰهَ كِرَامَةً لِّمُحَمَّدٍ  
اَبَاءَهُ الْاِحْمَادِ صَوْنًا لِّاسْمِهِ

ترجمہ: ”اللہ رب العزت نے حضور اکرم ﷺ کی عزت و کرامت کرتے ہوئے آپ کے اجداد و امجاد کی حفاظت فرمائی۔ آپ کے مبارک نام کی حفاظت کرتے ہوئے۔“

تَرَكَوْا السَّفَاحَ فَلَمْ يَصْبِغْ عَارَهُ

مِنْ اٰدَمَ وَاٰلِ اٰبِيهِ وَاُمِّهِ

ترجمہ: ”وہ سب بدکاری کے قریب بھی نہ گئے۔ حضرت آدم سے لے کر آپ کے والدین کریمین تک کسی کو یہ عار نہ پہنچی۔“

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے یہ اشعار کہے ہیں:

مِنْ عَهْدِ اٰدَمَ لَمْ يَزَلْ يَحْبِي لَهٗ

فِي نَسْلِهَا الْاَصْلَابِ وَالْاِرْحَامِ

ترجمہ: ”حضرت آدم کے عہد سے لے کر آپ کے نسب پاک میں اصلاب اور ارحام کی آپ کے لیے حفاظت کی جاتی رہی۔“

حَتٰى تَنْقُلَ فِى نِكَاحِ طَاهِرٍ

مَا ضَمَّ مُجْتَمِعِيْنَ فِىْهِ حَرَامٍ

ترجمہ: ”حتیٰ کہ آپ پاکیزہ نکاح سے منتقل ہوئے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی

بدکاری کا ارتکاب نہ کیا۔“

فَبَدَا كَبَدْرَ التَّمِّ لَيْلَةَ وَضَعَهُ

مَا شَانَ مَطْلَعَهُ الْبَنِيرَ قَتَامَ

ترجمہ: ”آپ اپنی ولادت باسعادت کی رات چودھویں کے چاند کی طرح ظاہر ہوئے۔ کالے غبار نے آپ کے روشن مطلع کو عیب دار نہیں کیا۔“

فَانجَابَتِ الظُّلُمَاءُ مِنْ انْوَارِهِ

وَالنُّورُ لَا يَبْقَى عَلَيْهِ ظَلَامٌ

ترجمہ: ”آپ کے انوار سے ظلمتیں چھٹ گئیں۔ نور پر کسی قسم کی ظلمت باقی نہ رہی۔“

شَكَرًا لِمَهْدِيهِ الْيُنَا نَعْمَةً

لَيْسَتْ تَحِيْطُ بِكُنْهِيَ الْاَوْهَامِ

ترجمہ: ”اس ذات والا شکر جس نے ہماری طرف آپ کو نعمت بنا کر بھیجا ہے۔ ذہن آپ کی حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتے۔“



## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب پاک

آپ ﷺ سیدنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہیں۔ حضور ﷺ کے نسب پاک میں عدنان تک سب کا اتفاق ہے۔ اس سے اوپر اختلاف ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مابین کتنے آباء تھے اس میں اختلاف ہے۔ کسی نے زیادہ اور کسی نے کم بتائے ہیں۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت آدم تک نسب پاک میں اختلاف ہے۔ اس کی حقیقت صرف رب تعالیٰ جانتا ہے۔ علامہ، امام ابو علی محمد بن اسعد بن علی بن حسن الجوانی نے ترجیح دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ نسب پاک سارے طرق سے صحیح، عمدہ اور واضح ہے۔ اسی طرح اس نسب میں ان کے شیوخ مثلاً شیخ شرف الدین ابن ابی جعفر البغدادی جو ابن الجوانیہ سے معروف ہیں۔ ابو الغنائم زیدی، بطحاوی، بخاری، ابو بکر محمد بن عبدہ <sup>لفقعی</sup> وغیرہم کی بھی یہی روایت ہے اکثر اہل علماء نسب نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس کی یہی روایت ہے۔ اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے۔ حافظ شرف الدین دمیاطی قاضی عز الدین بن جماعہ، ابوالفتح، علامہ بدر الدین حسن بن حبیب حلبی نے اپنی اپنی سیرت کی کتب میں پھر یہ نسب اس طرح چلایا ہے۔ ”عدنان بن اذ بن اود بن یسع بن <sup>ہم</sup> یسع بن سلامان بن بنت ابن حمل بن قیدار بن اسماعیل۔

ابن اسحاق اور ابن ہشام نے لکھا ہے ”ادد بن مقوم بن ناحور بن تارح بن یعرب بن

یشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم (ﷺ) بن آزر بن ناحور بن ساروح بن راغب بن  
فالخ بن عمیر بن شالخ بن افرختذ بن سام بن نوح بن لامک بن متولخ بن اخنوخ (ادریس  
ﷺ) بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن یاش بن شیت بن آدم ﷺ۔

اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جس نے یہ اشعار کہے ہیں:

فاولئك السادات لم تر مثلهم

عَيْنٌ على متتابع الاحقاب

ترجمہ: ”یہ سردار ہیں لگاتار کئی زمانوں سے۔ اس طرح کا چشمہ تجھے نظر نہیں آئے گا۔“

لم يعرفوا رَدَّ العفافة و طالبا

ردوا عدااتهم على الاعقاب

ترجمہ: ”مہمانوں کو رد کرنا انہوں نے جانا ہی نہیں۔ اکثر اوقات بعض لوگ ایڑیوں کے

بل لوٹ جاتے ہیں۔“

زهر الوجوه كريمة احسابهم

يُعطون عافيهم بغير حساب

ترجمہ: ”وہ روشن چہروں والے، عمدہ نسب والے، وہ اپنے مہمانوں کو بے حساب عطا

کرتے ہیں۔“

حَلُّبُوا الى ان لا تكاد تراهم

يوما على ذى هفوة بغضا به

ترجمہ: ”وہ اتنے حلیم ہیں کہ تو انہیں نہیں دیکھے گا کہ کسی خطا کار پر ناراض ہو رہے ہوں۔“

هو تكرموا حتى ابوا ان يجعلوا

بين العفافة ومالهم من باب

ترجمہ: ”وہ اتنے کریم ہیں کہ انہوں نے انکار کر دیا ہے کہ وہ اپنے مہمان اور اپنے مال

کے مابین دروازہ رکھیں۔“

كانت تعيش الطير في اجنابهم

والوحش حين تشح كل سحاب

ترجمہ: ”پرندے ان کے پہلوؤں میں زندگی گزارتے ہیں۔ درندے بھی ان کے ساتھ رہتے ہیں جب کسی قسم کا بادل نہیں برستا۔“

و كفاهم ان النبي محمدا

منهم فمدحهم بكل كتاب

ترجمہ: ”ان کے لیے یہی شرف کافی ہے کہ محمد عربی ﷺ ان میں سے ہیں۔ ان کی تعریف ہر کتاب میں موجود ہے۔“

جس شاعر نے یہ اشعار کہے ہیں رب تعالیٰ اس پر بھی رحم کرے:

نسب اضاء و شمسہ من ہاشم

و سماءہ من یعرب و نزار

ترجمہ: ”وہ ایسا نسب ہے جس نے روشن کر دیا ہے۔ اس کا سورج ہاشم ہیں اور اس کے آسمان یعرب اور نزار ہیں۔“

من معشرٍ ورثوا السیادة کابراً

عن کابری فہم کبار کبار

ترجمہ: ”وہ اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جو سیادت کا وارث یکے بعد دیگرے بڑے بڑے بنوں سے بنے ہیں۔“

اقمار اندیہ اسود وقائع

اطواد احلام سحاب قطار

ترجمہ: ”وہ مجلسوں کے چاند، حالات کے سردار، عقل کے پہاڑ اور لگاتار برسنے والے بادل ہیں۔“



لا عار فيهم غير طول تيقظ  
ما زال ينفي ضيق طيف العار  
ترجمہ: ”اس کے علاوہ ان میں کوئی عار نہیں کہ وہ لگاتار ہوشیار ہیں، وہ عار کے خیال کی تنگی  
کی نفی کرتے ہیں۔“

اهل الرفادة والحجابه والحجا  
و سقاية الحجاج والزوار  
ترجمہ: ”وہ رفاہ، حجاب، حجا، حاجیوں اور زیارت کرنے والوں کو پانی پلانے والے ہیں۔“  
البطبعون اذ البلاد مجيعة  
و مبدلوا الاعسار بالايثار  
ترجمہ: ”وہ اس وقت کھلاتے ہیں جب شہر بھوکے ہوتے ہیں وہ تنگی کو کشادگی میں  
تبدیل کرنے والے ہیں۔“

والمجتبي الهادي خيارهم وهم  
بين الانام خيار كل خيار  
ترجمہ: مجتبیٰ ہادی ﷺ ان میں سے بہترین ہیں حالانکہ وہ لوگوں میں سے بہترین میں  
سے بہترین ہیں۔“

ابو عمر نے لکھا ہے کہ شعراء نے حضور ﷺ کے نسب پاک کو نظم کرنے کی بہت  
کوششیں کیں ہیں۔ لیکن اس ضمن میں ابو العباس عبد اللہ محمد بن محمد الناشی کی کوشش بڑی  
لاٹھانی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے:

مدحت رسول الله ابغى بمدحه  
وفور حظوظي من كريم البواهب  
ترجمہ: ”میں نے حضور ﷺ کی تعریف کی۔ میں نے آپ کی تعریف سے عمدہ عطیات کا  
وافر حصہ چاہا۔“

مدحت امراء فات المديح موحدًا  
 باوصافه من مبعدا او مقارب  
 ترجمہ: ”میں نے اس ہستی کی تعریف کی ہے جن کی تعریف کرنے والا اپنے اوصاف  
 میں قریبی اور دور کے لوگوں سے آگے نکل جاتا ہے۔“

نبيا تساهى فى المشارق نوره  
 فلاحت هواديه لاهل البغار  
 ترجمہ: ”وہ ایسے نبی پاک ہیں مشارق میں جن کا نور پھیل گیا اور اہل مغرب کی پہاڑیاں بھی  
 اس سے جگمگائیں۔“

اتتنا به الانباء قبل مجيئه  
 و شاعت به الاخبار فى كل جانب  
 ترجمہ: ”آپ کے متعلق ہمیں آپ کے آنے سے پہلے ہی بشارات پہنچی تھیں۔ اور ہر  
 طرف آپ کے بارے خبریں پھیل چکی تھیں۔“

اصبحت الكهان تهتف باسمه  
 و تنفى به رجم الظنون الكواذب  
 ترجمہ: ”کاہن آپ کے اسم مبارک کو گنگنانے لگے اور انہوں نے آپ کے بارے  
 جھوٹے گمانوں کی نفی کر دی۔“

وانطقت الاصنام نطقاً تبرأت  
 الى الله فيه من مقال الاكاذب  
 ترجمہ: ”بتوں نے بھی آپ کے بارے گفتگو کی اور جھوٹے اقوال سے رب تعالیٰ کی  
 جناب میں برأت کا اظہار کیا۔“

و قالت لاهل الكفر قولاً مبيناً  
 اتاكم نبى من لوى بن غالب

ترجمہ: ”انہوں نے اہل کفر سے واضح بات کی کہ تمہارے ہاں لوی بن غالب میں سے نبی کریم تشریف لا چکے ہیں۔“

ورام استراق السمع جن فزیلت  
مقاعدہم منها رجوم الکواکب  
ترجمہ: ”جنات نے چوری چھپے باتیں سننے کی کوشش کی ستاروں کے ٹوٹنے نے انہیں ان جگہوں سے دور کر دیا۔“

هدانا الی ما لم نکن نہتدی لہ  
لطول العبی عن مواضعات المذاہب  
ترجمہ: ”آپ نے ہماری راہ نمائی اس کی طرف کی جس کی طرف ہم راہ نمائی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اگرچہ مذاہب کی وضاحتیں ساری زندگی ہوتی رہتیں۔“

و جاء بآیات تبین انہا  
دلائل جبار مثیب معاقب  
ترجمہ: ”آپ ایسے معجزات لے کر تشریف لائے جن سے ظاہر ہو گیا کہ یہ جبار کے دلائل ہیں جو ثواب اور عذاب دینے والا ہے۔“

فمنہا انشقاق البدر حتی تعبیت  
شعوب الضیا منہ رؤوس الاخشاب  
ترجمہ: ”ان میں سے ایک چاند کا دو حصوں میں منقسم ہو جانا ہے، حتیٰ کہ اس کی روشنی کی شعاعیں پہاڑوں کی چوٹیوں تک پھیل گئیں۔“

و منها نبوع الباء بین بنانہ  
وقد عدم الورد اقرب المشارب  
ترجمہ: ”ان میں سے ایک معجزہ آپ کی انگلیوں سے پانی رواں ہونا بھی ہے۔ پانی پینے والے گھاٹ کے قریب بھی نہ جاسکتے تھے۔“

فرّوی بہا جما عفیرا و اسہلت

باعناقہ طوعا اکف المذانب

ترجمہ: ”اس میں سے بہت بڑے مجمع نے پانی پیا۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام کے لیے انگلیوں کے پوروں سے پانی پینا آسان ہو گیا۔“

و بئر طفت بالماء من مس سہبہ

و من قبل لم تسبح بمذقة شارپ

ترجمہ: ”اور کنویں میں پانی آپ ﷺ کے تیر کے چھونے سے ہی ابلنے لگا۔ اس سے قبل وہ پینے والے کی تھوڑی سی ضرورت بھی پوری نہیں کر سکتا تھا۔“

و ضرع مراہ فاستدرو لم یکن

بہ درة تضنہی الی کف حالپ

ترجمہ: ”آپ ﷺ نے کھیری پر دست اقدس لگایا تو وہ دودھ سے بھر گئی، حالانکہ پہلے اس میں اتنا دودھ بھی نہ تھا جو دوہنے والے کے ہاتھ کی طرف جاتا۔“

و نطق فصیح من ذراع مبینة

لکید عودٍ للعداوة ناصب

ترجمہ: ”بکری کی دستی نے آپ سے فصیح زبان میں گفتگو کی اور اس نے دشمن کی اس چال سے آگاہ کیا جو دشمنی پر مبنی تھی۔“

و اخبارہ بالامر من قبل کونہ

و عند مبادیہ بما فی العواقب

ترجمہ: ”واقع کے رونما ہونے سے قبل اس کی اطلاع دے دینا۔ آپ کے علم کے سرچشمہ کے پاس انجام کی بھی خبریں تھیں۔“

و من تلکم الآیات وحی اتی بہ

قریب المآتی مستجم العجائب

ترجمہ: ”ان معجزات میں سے وہ وحی بھی شامل ہے۔ جو آپ پر آتی جس کے آنے کا وقت قریب تھا جو عجائب سے بھری ہوتی تھی۔“

تقاصرت الافکار عنه فلم تطع

بليغا و لم يختر على قلب خاطب

ترجمہ: ”افکار اس سے عاجز تھے۔ اس نے نہ تو کسی بلیغ کی اطاعت کی نہ ہی کسی واعظ کے دل سے گزر رہا تھا۔“

حوى كل علم واحتوى كل حكمة

وفات مرام المستبر الموارب

ترجمہ: ”ہر علم کا اس نے احاطہ کر لیا، ہر حکمت کو اس نے گھیر لیا۔ لگا تار دھوکا دینے والے کا مقصد ختم ہو گیا۔“

اتانا به لا عن روية مرتبي

ولا صحف مشتبل ولا وصف كاتب

ترجمہ: ”آپ یہ علم ہمارے پاس لے کر آئے جو ایسے سوچ و بچاؤ کی وجہ سے نہ تھا، جس میں شک ہو، نہ وہ صحف پر مشتمل تھا، اور نہ ہی وہ کاتب کی صفت کی وجہ سے تھا۔“

يواتيه ظورًا في اجابة سائل

و افتاء مستفتي و وعظ مخاطب

ترجمہ: ”آپ ﷺ کے پاس وہ علم مسائل کا جواب لیے، دریافت کرنے والے کو فتویٰ دینے کے لیے اور مخاطب سے واعظ کرنے کے لیے فوراً آجاتا تھا۔“

و اتيان برهان و فرض شرائع

و قص احاديث و نصب مآدب

ترجمہ: ”یہ دلیل لانے، شریعت کے فرائض سمجھانے، احادیث بیان کرنے اور آداب سکھانے کے لیے آتا ہے۔“

تصريف امثال و تثبيت حجة

و تعريف ذى جحد و توقيف كاذب

ترجمہ: ”اسی طرح پھیر پھیر کر مثالیں بیان کرنے، حجت ثابت کرنے، انکار کرنے والے سے آگاہ کرنے اور جھوٹے کے بارے بتانے کے لیے علم کا سرچشمہ پھوٹا۔“

و فى مجمع النادى و فى حومة الوغى

و عند حديث البعضلات الغرائب

ترجمہ: ”بڑے بڑے مجمع میں۔ جنگ کی شدت میں اور عجیب و غریب حوادث کے رونما ہونے کے وقت بھی۔“

فيأتى على ما شئت من طرقاته

كريم البعاني مستدرا الصوائب

ترجمہ: ”یہ علم اپنے طریقوں سے اس طرح آتا ہے جس طرح تو چاہتا ہے۔ اس کے معانی عمدہ اور ہمیشہ درست ہوتے ہیں۔“

و صدق منه البعض بعضا كانما

يلاحظ معناه بعين المراقب

ترجمہ: ”ان میں بعض بعض کی تصدیق کر رہی ہیں گویا کہ آپ نگران کی آنکھ سے اس کا معنی دیکھ رہے ہوتے ہیں۔“

و عجز الوزى عن ان يجيئوا بمثل ما

و صفناه معلوم بطول التجارب

ترجمہ: ”ساری مخلوق اس طرح کا علم لانے سے عاجز آگئی ہے جس کا ہم نے وصف بیان کر دیا ہے۔ یہ بات طویل تجارب سے مشہور ہے۔“

تأبى بعبد الله اكرم والد

تبلج منه عن كريم مناسپ

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ کو آپ کا والد گرامی بننے کا شرف ملا۔ معزز رشتہ داروں نے ان سے اجالا پایا۔“

و شیبۃ ذی الحمد الذی فخرت بہ  
قریش علی اہل العلیٰ والہناسب  
ترجمہ: ”اور حضرت عبدالمطلب وہ ہیں جن پر قریش بلند منصب اور رفیع مقامات والے لوگوں پر فخر کرتے تھے۔“

و من کان یستسقی الغمام بوجہہ  
و یصدر عن آراہ فی النوائب  
ترجمہ: ”اور وہ جس کے چہرے کے طفیل بادل مانگا جاتا تھا اور مصائب میں ان کے مشوروں سے مدد لی جاتی تھی۔“

و ہاشم البانی مشید افتخارہ  
بغر المساعی و ابتذال المواہب  
ترجمہ: ”اور ہاشم وہ جنہوں نے عمدہ کوشش اور عطیات دے کر فخر کی عمارت کو پختہ کیا۔“

و عبد مناف و هو علم قومہ  
اشتطاط المعانی و احتکام الرغائب  
ترجمہ: ”اور عبد مناف نے اپنی قوم کو عمدہ مقاصد اور بلند عطیات کی تعلیم دی۔“  
و ان قصیا من کرام غراسہ  
لفی منہل لم یدن من کف قاضب  
ترجمہ: ”اور قصی بھی اپنے چمن کے عمدہ لوگوں میں سے ہیں وہ ایسے گھاٹ میں ہیں جس کے قریب کاٹنے والے کے ہاتھ نہیں جاسکتے۔“

بہ جمع اللہ القبائل بعد ما  
تعتبھا نہب الاکف السوالب

ترجمہ: "ان کے ذریعے ہی رب تعالیٰ قبائل کو جمع کیا بعد اس کے کہ لٹیروں کے ہاتھوں کی لوٹ مار نے انہیں تقسیم کر دیا تھا۔"

و حل کلاب من ذرا لمجد معقلا

تقاصر عنه کل دان و عازب

ترجمہ: "کلاب بھی بزرگی کی رفعتوں پر آشیاں بند ہوئے جس کو حاصل کرنے سے ہر قریبی اور بعیدی ناکام ہو گیا۔"

و مرة لم يحلل مريرة عزمه

سفاہ سفیه او محوبة حائب

ترجمہ: "اور مرہ وہ ہیں جن کے عزم کی رسی کو احمق کی طاقت یا گناہ گار کا گناہ نہ کھول سکا۔"

و كعب علا عن طالب المجد كعبه

فنال باعلى السعى اعلى المراتب

ترجمہ: "حضرت کعب وہ ہیں جن کی ایڑھی بھی بزرگی کی جستجو کرنے والے سے بلند ہو گئی۔ انہوں نے جدوجہد سے اعلیٰ مراتب حاصل کر لیے۔"

والوى لوى بالعداة فطوعت

له هم الشيم الانوف الاغالب

ترجمہ: "لوی نے دشمنوں کو پھیر دیا اور ان کے لیے بڑے بڑے اور غالب سرداروں کی ہمتوں کو تابع کر دیا گیا۔"

و فى غالب بأس ابى الناس دونهم

يدافع عنه كل قرن مغالب

ترجمہ: "غالب میں جنگ کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ یہ کسی اور میں اتنی شدت نہ تھی وہ اس کے ساتھ ہر اس سردار کا مقابلہ کرتے تھے جو ان پر غالب آنے کی کوشش کرتا۔"



و كانت لفهر في قریش خطابة  
يعوذ بها عند اشتجارِ المخاطب  
ترجمہ: ”فہر کو قریش میں خطابت کا ملکہ حاصل تھا۔ مخاطب سے جھگڑے کے وقت اس  
سے پناہ لی جاتی تھی۔“

ما زال منهم مالک خیر مالک  
و اکرم مصحوب و انجد صاحب  
ترجمہ: ”مالک ان میں سے بہترین مالک رہے۔ وہ معزز سا تھی اور عمدہ صاحب تھے۔“  
والنضر طول يقصر الطرف دونه  
بحیث التقى ضوء النجوم الثواقب  
ترجمہ: ”نضر کے پاس اتنی طاقت تھی کہ نگاہ اس سے تھک جاتی تھی حتیٰ کہ تابندہ ستاروں  
کی روشنی مل جاتی۔“

لعبری لقد ابدی کنانة قبله  
محاسن تابی ان تطوع لغالب  
ترجمہ: ”میری زندگانی کی قسم! کنانہ نے اس سے قبل ایسے محاسن کا اظہار کیا جنہوں نے  
غالب اکثریت کی اطاعت سے انکار کر دیا۔“

و من قبله ابقی خزيمة حمده  
تليد تُراثٍ عن حميد الاقارب  
ترجمہ: ”اس سے پہلے خزیمہ نے اپنی تعریف باقی رکھی۔ وہ قریبی رشتہ داروں کے عمدہ خصائل  
کے وارث بنے۔“

و مدرکہ لم يدرك الناس مثله  
اعف و اعلى عن دنئ المکاسب  
ترجمہ: ”مدرکہ جیسا فرد لوگوں کو نہ مل سکا۔ وہ گھٹیا عادات سے بلند و برتر ہے۔“

الیاس کان الیاس منه مقارنا  
لاعدائه قبل اعتداد الکتائب  
ترجمہ: ”الیاس تو دشمن کے لیے ناامیدی تھے۔ لشکروں کے شمار کرنے سے قبل ہی  
دشمن ان پر فتح پانے سے ناامید ہو جاتا تھا۔“

و فی مضر مستجمع الفخر کلہ  
اذا اعترکت یوما زحوف البقائب  
ترجمہ: ”مضر میں تو سارے فخر جمع تھے۔ جب کسی دن بے حقیقت لشکر باہم نبرد آزما  
ہوتے تھے۔“

و حل نزار من ریاسة اہلہ  
محلا تسامی عن عیون الرواقب  
ترجمہ: ”نزار نے اپنے اہل کی شان و شوکت کو اس جگہ اتارا جو نگرانوں کی آنکھوں  
سے بلند ہے۔“

و کان معد عدا لولیہ  
اذا خاف من کید العدو البحارب  
ترجمہ: ”معد اپنے دوست کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ جب اسے جنگجو دشمن کی چال کا  
خطرہ ہوتا تھا۔“

و ما زال عدنان اذا عد فضله  
توحد فیہ عن قریب و صاحب  
ترجمہ: ”عدنان کے فضائل جب بھی شمار کیے جاتے تو وہ ہر قریبی اور دوست سے  
جداگانہ نظر آتے۔“

واد تادی الفضل منه لغایة  
وارث حواہ عن قدوم اشایب

ترجمہ: ”اذ کی وجہ سے فضل اپنی انتہاء کو پہنچا۔ وہ ایسے ترکہ کے وارث بنے جو انہیں بڑے بڑے سرداروں سے ملا تھا۔“

و فی ادد حلم تزین بالحجا

اذا الحلم ازہاہ قطوب الحواجب

ترجمہ: ”ادد میں ایسا حلم تھا جسے عقل نے مزین کیا تھا۔ حلم کو بڑے بڑے سرداروں نے پسند کیا ہے۔“

وما زال یستعلیٰ ہمیسع بالعلیٰ

و یتبع آمال البعید المراقب

ترجمہ: ”ہمیسع بلندیوں پر فائز رہے۔ وہ دور کے نگہبانوں کی امیدوں کا پیچھا کرتے رہے۔“

و نبت نمتہ دوحۃ العز وابتنی

معاقلہ و فی مسخر الاہاضب

ترجمہ: ”نبت کی پرورش عزت و کرم نے کی انہوں نے بلند و بالا پہاڑوں میں عزت کے قلعے تعمیر کیے۔“

و حیزت لقیدار سماحۃ خاتم

و حکبۃ لقبان و ہبۃ حاجب

ترجمہ: ”قیدار کے لیے خاتم کی سخاوت، لقمان کی حکمت اور حاجب کی ہمت کو جمع کر دیا گیا۔“

ہم نسل اسماعیل صادق وعدہ

فما بعدہ فی الفخر مسعیٰ لذاہب

ترجمہ: ”یہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں فخر میں چلنے والے کے لیے اس کے بعد کوئی راستہ نہیں ہے۔“

کان خلیل اللہ اکرم من عنت

لہ الارض من ماش علیہا وراکب

ترجمہ: "حضرت خلیل اللہ ﷺ ان تمام سے معزز ہیں پیدل چلنے والوں اور سواروں میں سے زمین جس کے لیے جھک گئی ہے۔"

و تارح ما زالت له اريحية

تبين منه عن حميد الغرائب

ترجمہ: "تارح کے ایسے خصائل تھے جن سے عمدہ اوصاف عیاں ہوتے تھے۔"

و ناحور نحر العدى حفظ له

مآثر لبا يحصها عد حاسب

ترجمہ: "ناخوردشمن کو ذبح کرنے والے ہیں، ان کے اتنے شاندار کارنامے ہیں کہ شمار کرنے والا انہیں گن نہیں سکتا۔"

و ساروغ في الهيجاء ضيغم غابة

يقد الكمأة بالبرهفات القواضب

ترجمہ: "ساروغ جنگ میں جنگل کے شیر کی طرح ہوتے تھے، وہ تیز دھارتلواریوں کی ساتھ بہادریوں کو کاٹ دیتے تھے۔"

و ارغو فتاب في الحروب محكم

ظنين على نفس المشيخ المغالب

ترجمہ: "ارغو کو جنگوں میں ثالث بنایا جاتا تھا۔ روکنے والے اور غالب آنے والے نفس کو ناقابل اعتبار سمجھتے تھے۔"

وما فالغ في فضله تلو قومه

ولا عابر من دونهم في البراتب

ترجمہ: "اپنی قوم کا تابع نہ ان کے فضل کو ختم کر سکتا تھا نہ ہی کوئی اجنبی ان کے مراتب کا مقابلہ کر سکتا تھا۔"

و فالح و ارفخشذ و سام سمت بهم  
سجایا حتمہم کلّ زار و عائب  
ترجمہ: فالح، ارفخشذ اور سام کو فضیلتوں نے رفعتوں پر فائز کر دیا تھا۔ ہر منکر اور عیب  
لگانے والے سے ان کا دفاع کیا۔“

وما زال نوح عند ذی العرش فاضلا  
یعدده فی البصطفین الاطایب  
ترجمہ: ”حضرت نوح علیہ السلام عرش والے کے نزدیک فضیلت کے حامل رہے اس نے  
انہیں پاکیزہ اور چیدہ لوگوں میں شمار کیا ہے۔“

ولمک ابوه فی الروح زائعا  
جریا علی نفس الکبی البضارب  
ترجمہ: ”ان کے والد گرامی لمک جنگ میں عمدہ ہوتے تھے۔ وہ ہر شمشیر زن اور  
بہادر کے ساتھ نبرد آزما ہوتے تھے۔“

و من قبل لمک لم یزل متوشلخ  
یذود العیدی بالذائدات الشواذب  
ترجمہ: ”لمک سے پہلے متوشلخ تھے وہ تیز تلواروں سے دشمن کو دور بھٹاتے تھے۔“  
کانت لادریس النبی منازل  
من الله لم تقرن بهمة الغاسب  
ترجمہ: ”حضرت ادریس علیہ السلام کے لیے رب تعالیٰ کی جناب ایسے مراتب ہے جنہیں  
غالب کی ہمت کے ساتھ نہیں ملایا جاسکتا۔“

و یارد بحر عند اهل سراته  
ابی الخزایا مستدق المذاهب  
ترجمہ: ”یارد اپنے اہل فضل کے نزدیک سمندر تھے۔ وہ ندامت کا انکار کر دیتے تھے۔“

وہ رستوں کو چھوٹا سمجھتے تھے۔“

و كانت لهيائيل فبهم فضائل

مهذبة من فاحشات البثالب

ترجمہ: ”مہیائیل کے لیے ان میں فضائل تھے۔ وہ برے عیوب سے دور تھے۔“

و قينان من قبل اقتتنى مجد قومه

وفات بشاؤ الفضل و خد الركائب

ترجمہ: ”قینان نے اپنی قوم کی بزرگی کو جمع کر لیا تھا۔ وہ فضل کی رفتار سے سواروں سے آگے نکل گئے۔“

و كان انوش ناش للبعد نفسه

و نزهها عن مردیات البطالب

ترجمہ: ”انوش اپنے نفس کی بزرگی کے حصول کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور نفس کو ہلاکت خیز آرزوؤں سے دور کر دیا۔“

وما زال شيث بالفضائل فاضلا

شريفاً برياً من زميم البعائب

ترجمہ: ”حضرت شیث بھی فضائل میں سب سے بڑھ گئے تھے۔ وہ معزز تھے۔ وہ برے عیوب سے پاک تھے۔“

و كلهم من نور آدم اقبسوا

و عن عودة اجنوا ثمار المناقب

ترجمہ: ”ان سب نے حضرت آدم ﷺ کے نور سے اکتساب کیا تھا۔ ان کے عود سے ہی انہوں نے مناقب کے پھول چنے تھے۔“

كان رسول الله اكرم منجب

جزى في طهور الطيبين المناجب

ترجمہ: "احضور ﷺ معزز اور برگزیدہ تھے آپ پاکیزہ اور عمدہ لوگوں کی پشتوں میں  
رواں رہے۔"

مقابلة آباء و امہاتہ  
مبارة من فاضحات المثالب  
ترجمہ: "آپ کے آباء و امہات کا مقابلہ (کون کر سکتا ہے؟) حالانکہ وہ سب بڑے  
عیوب سے پاک ہیں۔"

عليه سلام الله في كل شراق  
الاح لنا ضوءًا و في كل غارب  
ترجمہ: "آپ پر رب تعالیٰ کا سلام ہو ہر مشرق و مغرب میں آپ نے ہمارے لیے  
روشنی پھیلا دی۔"



## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام کے ناموں کی شرح اور مختصر حالات زندگی

### عبداللہ

یہ علم اور مرکب اضافی سے منقول ہے۔ مضاف الیہ رب تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔ اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے۔ جیسا کہ علامہ بند نیچی نے کہا ہے۔ میں نے اپنی کتاب ”القول الجامع الوجیز الخادم للقرآن العزیز“ میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ مضاف اصل میں صفت ہے۔ عبد مملوک کو کہا جاتا ہے۔ یہ تعبد سے مشتق ہے۔ اس کا معنی تذلل ہے۔ ابن الانباری نے کہا ہے ”عبد رب تعالیٰ کے لیے جھکنے والا ہوتا ہے۔ یہ اہل عرب کے قول ”طریق معبد“ سے مشتق ہے۔ جب اسے بہت سے لوگ روندھیں۔ عبودیت بندے کے عمدہ اوصاف میں سے ہے۔ رب تعالیٰ نے شب معراج اپنے حبیب حبیب ﷺ کو اسی وصف سے یاد فرمایا تھا۔

ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ کی کنیت ابو قثم ہے۔ قثم آپ ﷺ کے اسماء گرامی میں سے ہے۔ یا قثم بمعنی الاعطاء یا الجمع سے ماخوذ ہے۔ جس شخص میں بہت سی بھلائیاں پائی جائیں اسے قثوم یا قثم کہا جاتا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق ان کی کنیت ابو احمد یا ابو محمد تھی۔ اس کی کنیت ذبیح تھی۔ جیسے کہ ابن سعد، حاکم، ابن جریر، امام بیہقی اور ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب نے چشمہ زمزم کھودا تو ان کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔ جس کا نام حارث تھا۔ اس پر انہوں نے اپنی کنیت رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے ندرمانی کہ اگر ان کے ہاں دس بچے پیدا ہوئے پھر وہ جوان ہو گئے تو وہ ان میں سے کسی



ایک کو خانہ کعبہ کے پاس ذبح کریں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عدی بن نوفل نے ان سے کہا تھا ”کیا تم ہم پر زیادتی کرتے ہو حالانکہ آپ کا کوئی بچہ نہیں ہے؟“ عبدالمطلب نے کہا تھا: ”اے ابوالقلم! کیا تو مجھے عار دلاتا ہے۔ بخدا! اگر رب تعالیٰ نے مجھے دس بچے دیے تو میں ان میں سے ایک کو خانہ کعبہ کے پاس ذبح کروں گا۔“

جب ان کے ہاں دس بچے پیدا ہو گئے اور انہیں علم ہو گیا کہ یہ اب ان کا دفاع کر سکیں گے۔ زمزم کو کھودے ہوئے تیس سال گزر چکے تھے۔ انہوں نے انہیں جمع کیا، اپنی نذر کے بارے بتایا۔ اسے پورا کرنے کے لیے کہا۔ بیٹوں نے ان کی اطاعت کی۔ انہوں نے کہا: ”آپ اپنی نذر پوری کریں اور جو چاہیں کریں۔“ انہوں نے فرمایا: ”تم میں سے ہر ایک ایک ایک تیر لے لے۔ اس پر اپنا نام لکھ لے۔ پھر انہیں میرے پاس لے آؤ۔ انہوں نے اسی طرح کیا۔ وہ انہیں لے کر ہبل کے پاس چلے گئے۔ یہ کعبہ کے وسط میں کنویں کے پاس ایک بت تھا۔ اس کنویں میں لوگ اپنے تحائف پھینکتے تھے۔ اس کے پاس پتھر پڑے ہوئے تھے۔ جن سے لوگ اپنے امور کے بارے قرعہ اندازی کرتے تھے۔ جناب عبدالمطلب نے قرعہ انداز سے کہا: ”میرے بچوں سے تیر لے کر ان سے قرعہ اندازی کرو۔“ انہوں نے اسے اپنی نذر کے متعلق بھی آگاہ کیا۔ ہر ہر بیٹے نے اسے وہ تیر پکڑا دیا جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے۔

”حضرت عبداللہ حضرت عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ سب سے پیارے یہی تھے۔ حضرت عبدالمطلب دیکھتے کہ جب وہ تیر اندازی میں غلطی کرتا تو نشانہ خطا جاتا تھا۔ تیر انداز نے تیر لیے تاکہ قرعہ اندازی کرے۔ حضرت عبدالمطلب رب تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ قرعہ انداز نے قرعہ نکالا۔ حضرت عبداللہ کے نام قرعہ نکل آیا۔ حضرت عبدالمطلب نے ان کا ہاتھ پکڑا۔ چھری لی اور انہیں ذبح کرنے کے لیے اساف اور نائلہ کے پاس آ گئے۔ حضرت عباس نے حضرت عبداللہ کو اپنے والد کی ٹانگوں کے نیچے سے کھینچ لیا۔ جب انہوں نے انہیں ذبح کرنے کے لیے لٹایا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ کا چہرہ بھی زخمی

ہو گیا تھا۔ اس زخم کا نشان ان کے چہرے پر رہا، حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ قریش اپنی اپنی محافل سے اٹھ کر ان کے پاس گئے۔ انہوں نے پوچھا ”عبدالطلب! کیا ارادہ ہے؟“ انہوں نے کہا: ”میں اسے ذبح کرنا چاہتا ہوں۔“ قریش نے کہا: ”بخدا! تم اسے ذبح نہیں کر سکتے حتیٰ کہ تم اس کے متعلق معذور ہو جاؤ۔ اگر تم نے اس طرح کر دیا تو لوگ اپنے بیٹوں کو لا کر ذبح کرتے رہیں گے۔ نسل انسانی کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔“ عبداللہ بن مغیرہ نے کہا: ”بخدا! تم اسے ذبح نہیں کر سکتے حتیٰ کہ تم ان کے بارے معذور ہو جاؤ۔ اگر ان کا فدیہ ہمارے اموال بھی بنے ہم ان کا فدیہ ادا کریں گے۔“ قریش نے کہا: ”اس طرح نہ کریں، حجاز جائیں، وہاں ایک کاہنہ ہے، جس کے تابع ایک جن ہے۔ اس سے اس کے متعلق پوچھ لو۔ پھر تمہیں اپنے اس معاملہ کے بارے اختیار ہے۔ اگر اس نے تمہیں ذبح کرنے کا حکم دیا تو ذبح کر دینا اور اگر کسی ایسے کام کا حکم دیا جس میں آسائش ہو تو وہ کر دینا۔“

قریش عازم سفر ہوئے۔ حتیٰ کہ وہ مدینہ پہنچے۔ انہیں پتہ چلا کہ وہ خیبر میں ہے، وہ سوار ہو کر خیبر پہنچے۔ اس کے متعلق پوچھا۔ حضرت عبدالطلب نے اسے اپنی داستان سنائی۔ اپنی نذر کے بارے بتایا۔ کاہنہ نے کہا: ”تم آج چلے جاؤ۔ حتیٰ کہ میرا تابع جن میرے پاس آجائے۔ میں اس سے پوچھوں گی۔“ قریش باہر نکل آئے۔ حضرت عبدالطلب رب تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ پھر وقت صبح قریش دوبارہ اس کے پاس گئے۔ اس کاہنہ نے کہا: ”میرے پاس تمہارے متعلق خبر آچکی ہے۔ تم میں ایک شخص کی دیت کیا ہے؟“ قریش: ”دس اونٹ۔“ کاہنہ: ”تم اپنے وطن لوٹ جاؤ۔ اپنے صاحب کو قریب کر لینا۔ دس اونٹ بھی قریب کر لینا۔ پھر قرعہ اندازی کر لینا۔ اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو دس اونٹ کا اضافہ کر لینا۔ حتیٰ کہ تمہارا رب راضی ہو جائے۔ جب قرعہ اونٹوں کے نام نکل آئے تو اونٹ ذبح کر لینا۔ تمہارا رب تم سے راضی ہو جائے گا۔ اور تمہارے صاحب کو نجات مل جائے گی۔“

قریش عازم سفر ہو کر مکہ مکرمہ پہنچے۔ جب انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا تو حضرت عبدالطلب دعا کرنے لگے۔ قریش نے حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں کو قریب کر لیا۔ قرعہ

اندازی کی تو قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام نکلا۔ انہوں نے دس اونٹوں کا اضافہ کر دیا۔ اونٹوں کی تعداد بیس ہو گئی۔ حضرت عبد المطلب دعا مانگنے لگے۔ قرعہ نکالا گیا تو قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام نکلتا رہا۔ حتیٰ کہ اونٹوں کی تعداد ایک سو ہو گئی۔ حضرت عبد المطلب دعا مانگنے لگے، پھر قرعہ ڈالا تو قرعہ اونٹوں کے نام نکل آیا۔ قریش نے کہا: ”عبد المطلب! تمہارا رب راضی ہو گیا ہے۔“ انہوں نے کہا: ”نہیں! بخدا! حتیٰ کہ میں تین بار قرعہ اندازی کر لوں۔“ پھر دوسری اور تیسری بار قرعہ اندازی ہوئی۔ حضرت عبد المطلب دعا مانگنے لگے، ہر دو بار قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ ایک سو اونٹوں کو ذبح کر دیا گیا۔ کسی انسان یا درندے کو ان سے نہ روکا گیا۔

امام زہری نے لکھا ہے کہ حضرت عبد المطلب وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے ایک سو اونٹ دیت دینے کا طریقہ رائج کیا۔ پھر قریش اور اہل عرب میں یہی طریقہ رائج پا گیا۔ حضور ﷺ نے اسے برقرار رکھا۔

حاکم اور ابن جریر نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے عرض کی: ”اے ابن الذبیحین!“ حضور اکرم ﷺ نے تبسم فرمایا اور انکار نہ فرمایا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: ”دو ذبیح کون ہیں؟“ انہوں نے فرمایا: ”حضرت اسماعیل اور حضرت عبد اللہ۔“ ابن حزم نے لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ کے ہاں حضور اکرم ﷺ کے علاوہ کوئی اور بچہ پیدا نہ ہوا تھا۔ نہ ہی مذکر نہ ہی مؤنث پیدا ہوا۔

ابن سعد نے لکھا ”حضرت عبد اللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کے ہاں حضور اکرم ﷺ کے علاوہ اور کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ حضرت عبد اللہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا۔ الصلاح الصفدی نے تذکرہ میں اور ہمارے شیخ نے ”المسالک“ میں حضرت عبد اللہ کے یہ اشعار لکھے ہیں:

لقد حکم السارون فی کل بلدۃ

بان لنا فضلاً علی سادة العرب

ترجمہ: ”شہروں میں چلنے والوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں سارے عرب کے سرداروں پر

فضیلت حاصل ہے۔“

وَأَنَّ ابِي ذُو الْمَجْدِ وَالسُّودِ اَنْدَى  
يَشَارُ بِهِ مَا بَيْنَ نَشْرِ ابِي حَفْصِ  
ترجمہ: ”میرے والد گرامی وہ بزرگی اور فضیلت رکھتے ہیں کہ سارے نیشیوں و فراز میں  
ان کے ساتھ مشاورت کی جاتی ہے۔“

وَجَدَى وَ اَبَاءَ لَهُ اَثَلُوا الْعَلَى  
قَدِيمًا بَطِيْبَ الْعَرَقِ وَالْحَسْبُ الْبَحْضِ  
ترجمہ: ”میرے دادا اور آباء نے پرانے زمانہ سے ہی عمدہ نسب اور پاکیزہ حسب سے  
رفعت کو مضبوط کیا ہے۔“

تنبیہ

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: ”یا رسول  
اللہ ﷺ! میرا باپ کہاں ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آگ میں۔“ جب وہ چلنے لگا تو آپ  
نے اسے بلایا اور فرمایا: ”میرا اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔“  
شیخ نے ”مسائلک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ“ میں لکھا ہے ”ان ابی و اباک فی النار“  
کے الفاظ پر راوی متفق نہیں ہیں۔ حماد بن سلمہ نے حضرت ثابت سے اسی طرح روایت کیے  
ہیں۔ لیکن حضرت معمر نے حضرت ثابت سے اور الفاظ سے روایت کیا ہے، انہوں نے ان  
الفاظ کا ذکر نہیں کیا: ”ان ابی و اباک فی النار“ بلکہ آپ نے اسے فرمایا: ”تم جب کسی کافر  
کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے عذاب کی بشارت دے دو۔“ یہ الفاظ حضور ﷺ کے والد  
گرامی پر دلالت نہیں کر رہے۔ یہ روایت اس روایت سے بہتر ہے۔ معمر حماد سے بہتر ہیں۔  
حماد کے حفظ کے بارے گفتگو کی گئی ہے۔ ان سے منکر احادیث بھی روایت کی گئی ہیں۔ محدثین  
بیان کرتے ہیں کہ ان کے پروردہ نے یہ احادیث ان کی کتب میں شامل کر دیں تھیں۔

حضرت حماد کو احادیث یاد نہ تھیں۔ وہ ان کتب سے روایات بیان کرتے جن سے ان کو وہم ہو گیا۔ اسی لیے امام بخاری نے ان سے ایک روایت بھی نہیں لی۔ امام مسلم نے اصول میں ان سے صرف ایک روایت لی ہے وہ جو حضرت ثابت سے مروی ہے۔

اسی طرح حاکم نے ”المدخل“ میں لکھا ہے کہ امام مسلم نے حماد سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ جبکہ حضرت معمر کی یادداشت کے بارے نہ تو گفتگو کی گئی ہے نہ ہی ان کی کسی روایت کو منکر کہا گیا ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے۔ ان کے الفاظ زیادہ اثبت ہیں۔ پھر ہم پاتے ہیں کہ اسی طرح کی حدیث حضرت سعد بن وقاص سے بھی روایت ہے۔ بزار، طبرانی، بیہقی نے حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی: ”میرا باپ کہاں ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”آگ میں۔“ اس نے کہا: ”آپ ﷺ کے والد گرامی کہاں ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرو اسے آگ کی بشارت دے دو۔“

یہ سند شیخین کی شرط پر ہے۔ ان الفاظ سے الفاظ کا تعین ہو گیا۔ اس کو دوسری روایت سے مقدم کرنے پر بھی اعتماد ہو گیا۔ طبرانی اور بیہقی نے لکھا ہے کہ بعد میں اس اعرابی نے اسلام قبول کر لیا۔ اس نے کہا: ”حضور ﷺ نے مجھے تھکاوٹ والے کام کا مکلف بنا دیا ہے، میں جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرتا ہوں اسے آگ کی بشارت دیتا ہوں۔“

شیخ نے لکھا ہے: ”یہ زیادتی وضاحت کرتی ہے کہ وہ عام لفظ تھا جو آپ کی زبان اقدس سے نکلا تھا۔ اعرابی نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کے حکم کی اتباع کی اور اس کے علاوہ اس کے لیے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اگر آپ ﷺ کا جواب پہلے الفاظ کے ساتھ ہوتا تو وہاں کسی کو کسی بھی چیز کے بارے حکم نہیں ہے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ اور اس میں راوی کا تصرف ہے۔ اس نے اسے بالمعنی اپنی سمجھ کے مطابق روایت کیا ہے۔“

صحیحین میں اسی طرح کی کثیر روایات ہیں۔ اس کے ایک لفظ میں راوی نے تصرف کیا ہے۔ جبکہ دوسری روایت اس سے زیادہ ثابت ہے۔ جس طرح کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی

روایت جو بسم اللہ پڑھنے کی نفی کے بارے ہے۔ امام شافعی نے اس کی یہی علت بیان کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ دوسری سند سے ثابت ہے کہ سماع کی نفی ہے۔ راوی نے اسے قرأت کی نفی سمجھ لیا ہے۔ اس نے جو سمجھا بالمعنی روایت کر دیا، اور غلطی کر دی۔ شیخ فرماتے ہیں:

”ہم مسلم شریف کی روایات کا وہی جواب دیتے ہیں جو امام شافعی نے بسم اللہ کی قرأت کی نفی کے بارے جواب دیا ہے۔“

پھر میں نے ایک روایت دیکھی جس میں معمر کی روایت جیسے الفاظ تھے۔ اس میں زیادہ وضاحت ہے۔ کیونکہ اس نے وضاحت کر دی ہے کہ سائل نے اردہ کیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے والد گرامی کے بارے سوال کرے۔ آپ ﷺ نے ادب اور حسن انداز سے اسے جواب دیا۔

امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے کہ حضرت لقیط بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ! ہم میں سے جو بھی جاہلیت میں گزرا ہے، کیا ان میں سے کوئی خیر پر بھی ہے؟“ قریش کے ایک شخص نے کہا: ”تمہارا منافق باپ آگ میں ہے۔ اس نے لوگوں کے سامنے میرے باپ کے بارے جو کچھ کہا تھا اس کی وجہ سے گویا کہ میرے چہرے کی جلد اور گوشت کے مابین آگ لگ گئی۔ میں سمجھ گیا۔ میں نے عرض کی: ”آپ ﷺ کے والد گرامی! یا رسول اللہ! جب میں نے غور و فکر کیا تو مجھے دوسرا فقرہ زیادہ عمدہ لگا۔ میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ! آپ ﷺ کے اہل خانہ کہاں ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم جب بھی کسی قرشی یا عامری مشرک کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے کہو ”مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ میں تمہیں وہ بشارت دیتا ہوں جو تمہیں بری لگے گی۔“

اس روایت میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ یہ ساری روایات سے زیادہ واضح ہے۔ اگر پہلے الفاظ پر ہی سارے راویوں کا اتفاق مان لیا جائے تو وہ پہلے مسلک کے دلائل اور حدیث پاک کے معارض ہوں گے۔ جب دیگر ایسے دلائل کا اس سے تعارض آجائے جو اس سے

راجح ہوں تو اس کے تاویل لازم ہو جاتی ہے۔ اور ان دلائل کو اس سے مقدم کرنا لازم ہوتا ہے۔ جیسا کہ اصول میں یہ ضابطہ طے ہے۔

تمتہ

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اہل نار میں سے سب سے ہلکا عذاب جناب ابوطالب کا ہے۔ وہ آگ کی سطح پر ہیں۔ ان کے پاؤں میں آگ کے جوتے ہیں جس سے ان کا دماغ اہل رہا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین آگ میں نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ آگ میں ہوتے تو ان کا عذاب جناب ابوطالب کے عذاب سے ہلکا ہوتا کیونکہ وہ ان سے رشتہ میں قریبی ہیں۔ وہ اس ضمن میں زیادہ معذور ہیں۔ انہوں نے بعثت کو نہ پایا تھا۔ نہ ہی ان پر اسلام پیش کیا گیا جس سے وہ رک گئے ہوں۔ لیکن جناب ابوطالب کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ صادق و مصدوق نبی ﷺ نے ان کے بارے بتا دیا ہے کہ ان کا عذاب سب سے ہلکا ہے۔ لیکن آپ کے والدین اہل نار میں سے نہیں ہیں۔ اہل اصول اس امر کو دلالت الاشارة کہتے ہیں۔

تنبیہ

وہ احادیث جو آپ ﷺ کے والدین کریمین کے عدم نجات کے بارے ہیں۔ ان کے بارے علماء نے فرمایا ہے کہ وہ ان آیات اور احادیث سے پہلے کی ہیں جن کا تذکرہ مسلک اول میں کر دیا گیا ہے۔ جس طرح کہ انہوں نے ان روایات کا جواب دیا ہے جو مشرکین کے بچوں کے بارے ہیں کہ وہ آگ میں ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ان احادیث کا ناخ ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ترجمہ: ”اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو۔“

علماء نے حضور اکرم ﷺ کے والدین کریمین کے بارے کئی مسلک اختیار کیے ہیں۔

## پہلا مسلک

پہلا مسلک یہ ہے کہ انہیں کسی کی دعوت نہیں پہنچی تھی۔ یہ امر کئی امور کا مجموعہ ہے۔ ان کا زمانہ مؤخر تھا۔ سابقہ انبیاء کرام اور ان کے مابین بہت زیادہ بعد تھا۔ حضور ﷺ کی بعثت سے قبل حضرت عیسیٰ تشریف لائے تھے۔ حضرت عیسیٰ اور حضور ﷺ کے مابین تقریباً چھ سو سال کا عرصہ ہے۔ وہ دونوں زمانہ جاہلیت میں تھے۔ زمین کے مشرق و مغرب میں جاہلیت پھیلی ہوئی تھی۔ شریعت کو جاننے والے مفقود تھے۔ صحیح دعوت صرف اہل کتاب کے چند علماء کے پاس ہی تھی جو زمین میں دو دروازے پھیلے ہوئے تھے۔ وہ دونوں مدینہ طیبہ کے علاوہ کہیں اور سفر بھی نہ کر سکے۔ نہ ہی انہیں طویل زندگی نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ کے والد ماجد تقریباً اٹھارہ سال زندہ رہے۔ اور والدہ ماجدہ کا انتقال تقریباً بیس سال کی عمر میں ہوا۔ اس عمر میں اس زمانہ میں مقصود تلاش کرنا آسان نہ تھا۔ بالخصوص آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ جو ایک پاکباز خاتون تھیں، باپردہ تھیں۔ گھر میں رہتی تھیں۔ مردوں میں اختلاط نہ فرماتی تھیں۔ عورتیں عموماً دین اور شریعتوں کے امور کو جانتی بھی نہیں ہیں خصوصاً زمانہ جاہلیت میں تو مردوں کو دین کے بارے کچھ علم نہ تھا۔ عورتوں کو یہ علم کیسے ہو سکتا تھا۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مبعوث کیا تو اہل مکہ نے تعجب کرتے ہوئے کہا:

أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ﴿٩٣﴾ (بنی اسرائیل: ۹۳)

ترجمہ: ”کیا بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر۔“

لَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا

الْأَوَّلِينَ ﴿٢٣﴾ (المؤمنون: ۲۳)

ترجمہ: ”اگر اللہ تعالیٰ (رسول بھیجنا) چاہتا تو وہ اتارنا فرشتوں کو۔ ہم نے نہیں سنی یہ بات

اپنے پہلے آباء و اجداد میں۔“

اگر ان کے پاس بعثت کا علم ہوتا تو اس کا انکار نہ کرتے کیونکہ وہ گمان کرتے تھے کہ



حضرت ابراہیم کو اسی دین کے ساتھ مبعوث کیا گیا جس پر وہ تھے۔ انہوں نے کسی ایسے شخص کو نہ پایا جو انہیں حضرت خلیل اللہ ﷺ کی شریعت کی تبلیغ کرتا کیونکہ وہ مٹ چکی تھی۔ اسے ماننے والے ختم ہو چکے تھے۔ کیونکہ حضرت خلیل اللہ اور ان کے مابین تین ہزار سال سے زائد کا عرصہ تھا۔ جسے دعوت نہ پہنچی ہو اس کے بارے میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ وہ نجات یافتہ ہے۔ جیسے کہ آنے والی احادیث اس پر دلالت کر رہی ہیں۔ اسے آزمائش سے پہلے عذاب نہیں دیا جائے گا۔ یہ ہمارا مذہب ہے اس میں ہمارے آئمہ شافعیہ کافقہ میں اور اشاعرہ کا اصول میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس پر حضرت امام شافعی نے الام اور المختصر میں تصریح کی ہے۔ سارے آئمہ نے اس کی پیروی کی ہے۔ کسی ایک نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ انہوں نے بہت سی آیات سے استدلال کیا ہے۔ مثلاً رب تعالیٰ کا یہ ارشاد:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ترجمہ: ”اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو۔“

حضرت قتادہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ”رب تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک کہ اس کے پاس رب تعالیٰ کی طرف سے خبر نہ پہنچ جائے۔ یا رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل نہ آجائے۔“

رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿١٣١﴾

(الانعام: ۱۳۱)

ترجمہ: ”یہ اس لیے کہ نہیں ہے آپ کا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کو ظلم سے اس حال

میں کہ ان کے باشندے بے خبر ہوں۔“

وَلَوْ لَا اَنْ تُصِيبَهُمْ مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيَهُمْ فَيَقُولُوْا رَبَّنَا  
لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيَتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٤﴾ (القصص: ۳۴)

ترجمہ: ”(اور اس کی وجہ یہ ہے) کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب پہنچے انہیں کوئی مصیبت ان کے اعمال کے باعث جو انہوں نے کیے ہیں وہ یہ نہ کہنے لگیں کہ اے ہمارے رب! کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول تاکہ ہم پیروی کرتے تیری آیات کی اور ہم ہو جاتے ایمان لانے والوں سے۔“

علامہ زرکشی نے ان کا تذکرہ ”جمع الجمع“ میں کیا ہے۔ انہوں نے اس قاعدہ سے استدلال کیا ہے کہ منعم کا شکر ادا کرنا از روئے عقل واجب نہیں ہوتا بلکہ سماعت سے واجب ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ، قاعدہ کلامیہ کی طرف لوٹتا ہے یہ عقلمیں کی تحسین و تقبیح کا قاعدہ ہے۔ اس انکار پر اشاعرہ کے مابین اتفاق ہے جیسے کہ کلام اور اصول کی کتب میں معروف ہے۔ آئمہ نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ یہ مسئلہ کہ جسے دعوت نہ پہنچی ہو ایک دوسرے اصولی قاعدہ کی طرف لوٹتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ غافل مکلف نہیں ہوتا۔ اصول میں یہ دوسری آیت کی وجہ سے درست ہے۔ پھر آئمہ کی عبارت ان لوگوں کے بارے مختلف ہے۔ جنہیں دعوت نہ پہنچی ہو۔ عمدہ قول اس کا ہے جس نے کہا ہے کہ وہ نجات یافتہ ہے۔ امام بکی نے یہی قول اختیار کیا ہے۔ بعض آئمہ نے لکھا ہے کہ وہ فطرت پر ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ مسلمان ہے۔

امام غزالی نے کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ وہ مسلمان کے معنی میں ہے۔ بعض علماء نے حضور اکرم ﷺ کے والدین کریمین کے بارے یہ مسلک اختیار کیا ہے۔ انہوں نے وضاحت کی ہے کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی تھی۔ سبط ابن جوزی نے مرآة الزمان میں یہی مسلک اختیار کیا ہے۔ امام الآبی نے شرح مسلم میں یہی لکھا ہے۔ ہمارے شیخ شرف الدین المناوی نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔ وہ یہی جواب دیتے تھے جب ان کے بارے سوال کیا جاتا۔

اہل فترت کے بارے بہت سی روایات ہیں کہ انہیں روک دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ روزِ حشر انہیں آزمایا جائے گا۔ جو اطاعت کرے گا اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا، جو نافرمانی کرے گا، اسے آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ ان روایات میں سے تین کی تصحیح کی گئی ہے۔

❖ اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”چار افراد روزِ حشر دلیل پکڑیں گے۔ (۱) ایسا بہرہ شخص جو کچھ بھی نہ سن سکتا ہو۔ (۲) احمق شخص (۳) انتہائی بوڑھا شخص (۴) وہ شخص جو فترت میں مرا ہوگا۔“ وہ کہے گا: ”مولا! اسلام آیا۔ میں کچھ سن ہی نہیں سکتا تھا۔“ احمق کہے گا: ”اسلام آیا۔ بچے مجھے لید مارتے تھے۔“ بوڑھا شخص عرض کرے گا: ”مولا! اسلام آیا تو میں کچھ سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ فترت میں مرنے والا کہے گا: میرے پاس تیرا رسول آیا ہی نہیں۔“ ان سب سے عہد لیا جائے گا کہ وہ رب تعالیٰ کی اطاعت کریں گے۔ انہیں پیغام بھیجا جائے گا کہ وہ آگ میں داخل ہو جائیں۔ جب وہ آگ میں داخل ہو جائیں گے آگ ان کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی۔ جو اس میں داخل نہیں ہوگا اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔“

❖ دوسری وہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے موقوفاً روایت ہے۔ یہ روایت بھی حضرت اسود بن سریع سے منقول روایت کی طرح ہے۔ اسے امام احمد، امام اسحاق اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ ان کی سندیں درست ہیں۔ عبدالرزاق نے اسے ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔

❖ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”روزِ حشر اہل جاہلیت آئیں گے۔ وہ اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوں گے۔ ان کا رب ان سے پوچھے گا تو وہ کہیں گے: ”مولا! نہ تو تو نے ہماری طرف رسول بھیجا ہے، نہ ہی تیرا کوئی امر ہم تک پہنچا ہے۔ اگر تو ہماری طرف رسول بھیجتا تو ہم تیرے سارے بندوں سے زیادہ اطاعت گزار ہوتے۔“ رب تعالیٰ ان سے فرمائے گا: ”تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو تم میری اطاعت کرو گے؟“ وہ کہیں گے: ”ہاں!“ وہ انہیں حکم دے گا کہ ”وہ جہنم میں گر جائیں۔“ وہ چلیں گے جب وہ اس کے قریب جائیں گے تو وہ اس کا شور و غل سنیں گے۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: ”مولا! ہمیں اس سے نجات عطا فرما دے۔“ رب تعالیٰ فرمائے گا: ”کیا

تم نے گمان نہیں کیا تھا کہ میں نے اگر تمہیں کسی امر کا حکم دیا تو تم اس کی اطاعت کرو گے۔“ رب تعالیٰ ان سے عہد لے گا۔ پھر فرمائے گا۔ ”جہنم کی طرف جاؤ۔“ وہ چلیں گے حتیٰ کہ وہ جب اسے دیکھیں گے تو ڈر جائیں گے۔ وہ واپس آجائیں گے۔ وہ کہیں گے: ”مولا! ہم اس سے ڈر گئے ہیں۔ ہم اس میں داخل ہونے کی استطاعت نہیں رکھتے۔“ رب تعالیٰ فرمائے گا۔ ”اب اس میں ذلیل و رسوا ہو کر داخل ہو جاؤ۔“ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اگر وہ پہلی بار جہنم میں داخل ہو جاتے تو آگ ان کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جاتی۔“

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”فترت میں ہلاک ہونے والے احمق اور بچے کو لایا جائے گا۔ فترت میں مرنے والا کہے گا ”مولا! میرے پاس نہ رسول آیا نہ کتاب۔“ احمق عرض کرے گا: ”مولا! تو نے مجھے عقل نہیں دی، جس سے میں خیر و شر کی پہچان کر سکتا۔“ بچہ عرض کرے گا۔ ”میں عمل کی عمر کو نہ پاسکا۔“ ان کے لیے آگ جلائی جائے گی۔ رب تعالیٰ انہیں فرمائے گا۔ ”اس میں داخل ہو جاؤ۔“ وہ شخص اس میں داخل ہو جائے گا۔ جو رب تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ سعید ہوتا اگر وہ عمل کو پالیتا۔ وہ شخص اس میں داخل ہونے سے رک جائے گا جس کے بارے رب تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ شقی ہوتا اگر وہ عمل کو پالیتا۔ رب تعالیٰ ان سے فرمائے گا۔ ”تم نے میری نافرمانی کی ہے۔ اس وقت تمہاری کیفیت کیا ہوتی جب میں غیب کے ساتھ اپنے رسول کو بھیجتا۔“

اس روایت کو امام بزار نے عطیہ العوفی کی سند سے روایت کیا ہے۔ اس میں ضعف ہے۔ امام ترمذی کو اگر اپنی روایت کا شاہد مل جائے تو وہ اپنی روایت کو حسن قرار دیتے ہیں۔ اس روایت کے کئی شاہد ہیں۔ حکم اس کے حسن اور ثبوت کا تقاضا کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”روزِ حشر چار افراد کو لایا جائے گا۔ (۱) بچہ (۲) احمق (۳) فترت میں مرنے والے کو (۴) بہت زیادہ بوڑھے کو۔ ہر ایک اپنی اپنی دلیل سے بات کرے گا۔ رب تعالیٰ جہنم کی وادی کو حکم دے گا کہ وہ ظاہر ہو

جائے۔ وہ انہیں کہے گا ”میں لوگوں میں اپنی طرف سے رسول بھیجتا تھا۔ لیکن میں تمہاری طرف خود ہی رسول ہوں۔“ اس جہنم میں داخل ہو جاؤ۔“ جس پر بدبختی غالب ہوگی وہ عرض کرے گا ”مولا! کیا ہم اس میں داخل ہو جائیں۔ ہم اسی سے تو ڈرا کرتے تھے۔“ جس پر سعادت مندی غالب ہوگی وہ تیزی سے اس میں چھلانگ لگا دے گا۔ رب تعالیٰ ان سے فرمائے گا۔ ”تم نے میرے امر کی نافرمانی کی ہے۔ تم میرے رسل کی تکذیب اور معصیت شدت سے کرتے۔“ چھلانگ لگانے والے جنت میں اور رک جانے والے جہنم کے سپرد ہوں گے۔ (البراز، ابو یعلیٰ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”روزِ حشر احمق، فترت میں مرنے والے اور بچپن میں مرنے والے کو لایا جائے گا۔ احمق کہے گا ”مولا! اگر تو نے مجھے عقل عطا کی ہوتی تو دانا اور عقلمند شخص مجھ سے سبقت نہ لے جاتا۔“ فترت میں مرنے والا اور بچہ بھی اسی طرح کہے گا۔ رب تعالیٰ ان سے فرمائے گا ”کیا میں تمہیں کسی چیز کا حکم کروں تو تم اطاعت کرو گے؟“ وہ عرض کریں گے ”ہاں“ رب تعالیٰ فرمائے گا ”جاؤ آگ میں داخل ہو جاؤ۔“ اگر وہ آگ میں داخل ہو جائے آگ انہیں کچھ نہ کہتی۔ ان کا گمان تھا کہ آگ رب تعالیٰ کی ساری مخلوق کو مار ڈالتی ہے۔ وہ جلدی جلدی واپس آجائیں گے۔ انہیں دوسری بار حکم ملے گا تو وہ اسی طرح کریں گے۔ رب تعالیٰ ان سے فرمائے گا۔ ”تمہاری تخلیق سے قبل میں جانتا تھا کہ تم کیا کرو گے؟ میں نے اپنے علم کے مطابق ہی تمہیں تخلیق کیا ہے۔ میرے علم کے مطابق ہی تم نے عمل کرنا ہے۔ آگ! انہیں پکڑ لے۔“ آگ انہیں پکڑے لے گی۔“ (طبرانی، ابو نعیم)

حافظ نے ”الاصابة“ کی چوتھی قسم میں ابوطالب کے موضوع پر اس امتحان کی حکایت کے بعد لکھا ہے ”ہمیں امید ہے کہ جناب عبدالمطلب اور ان کے اہل خانہ برضا و رغبت اس آگ میں چھلانگ لگا دیں گے اور نجات پا جائیں گے۔ سوائے جناب ابوطالب کے۔ انہوں نے بعثت کو پالیا تھا۔ مگر وہ ایمان نہیں لائے تھے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ آگ کی

سطح پر ہوں گے۔

حافظ ابن کثیر نے بھی اس آزمائش کی حکایت حضور کے والدین اور سارے اہل فترت کے بارے رقم کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے ”ان میں سے بعض رب تعالیٰ کی صدا پر لبیک کہیں گے اور بعض لبیک نہیں کہیں گے۔“ مگر انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ گمان یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے والدین کریمین لبیک کہیں گے۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں کے بارے گمان یہ ہے کہ رب تعالیٰ حضور ﷺ کی شفاعت کے صدقے انہیں لبیک کہنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ جس طرح کے تمام نے فوائد میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں روزِ حشر اپنے والد گرامی اور والدہ ماجدہ کی شفاعت کروں گا۔“

امام حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے اور اسے صحیح کہا ہے کہ حضور ﷺ سے آپ ﷺ کے والدین کریمین کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے ان کے بارے رب تعالیٰ سے سوال نہیں کیا۔ البتہ میں روزِ حشر کو مقامِ محمود پر فائز ہوں گا۔“ یہ اشارہ ہے۔ اس سے ان کے بارے خیر کی امید ہے۔ جب حضور ﷺ مقامِ محمود پر تشریف فرما ہوں گے۔ آپ ﷺ شفاعت کریں گے کہ رب تعالیٰ انہیں امتحان کے وقت اطاعت کی توفیق دے گا۔ بلاشبہ جب آپ ﷺ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے تو آپ ﷺ سے فرمایا جائے گا: ”آپ ﷺ مانگیں۔ آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔ آپ ﷺ شفاعت کریں۔ آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔“

جیسے کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے جب آپ ﷺ یہ مانگیں گے تو آپ ﷺ کو عطا کر دیا جائے گا۔

اس کے ساتھ وہ روایت بھی ملا جو ابوسعید نیشاپوری نے ”شرف المصطفیٰ“ میں اور ملا عمر نے اپنی سیرت میں حضرت عمران بن حصین سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”میں نے رب تعالیٰ سے التجا کی کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو آگ میں داخل

نہ کرے۔“ اس نے مجھے یہ عطا کر دیا ہے۔“ ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴿٥﴾ (الضحیٰ: ۵)

ترجمہ: ”اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔“ حضور ﷺ کی رضایہ ہے کہ آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے کوئی بھی آگ میں نہ جائے۔ یہ روایات ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں۔ کیونکہ ایک ضعیف حدیث کے طرق جب زیادہ ہو جائیں تو اس سے اس کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ طبرانی نے حضرت ام ہانی سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میری شفاعت میرے اہل بیت کو نصیب نہیں ہوگی۔ میری شفاعت تو حاء اور حکم (دو قبائل) کو بھی نصیب ہوگی۔“

امام ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ الآبی نے شرح مسلم میں ”ان ابی و اباک فی النار“ کی تشریح میں امام نووی کا قول ذکر کیا ہے کہ جو حالت کفر میں مرا وہ آگ میں جائے گا۔ اسے مقربین کی قرابت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

علامہ الآبی نے فرمایا ہے: ”ذرا اس اطلاق کو دیکھو“ امام سہیلی نے لکھا ہے ”ہمیں اس طرح نہیں کہنا چاہیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”مردوں کی وجہ سے زندوں کو تکلیف نہ دو۔“ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٤﴾ (الاحزاب: ۵۴)

ترجمہ: ”بیشک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے رسوا کن عذاب۔“

شاید یہ روایت صحیح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کریمین کو زندہ کیا ہو، وہ

آپ ﷺ پر ایمان لے آئے ہوں۔ حضور ﷺ کی شانِ اقدس اس سے کہیں بالا ہے۔ رب تعالیٰ بھی کسی چیز سے عاجز نہیں ہے۔

پھر امام نووی نے لکھا ہے ”جو فترت پر مراد وہ اسی دین پر تھا جس پر اہل عرب تھے۔ وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ وہ آگ میں جائے گا۔ یہ عذاب دعوت کو پہنچنے سے قبل نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم وغیرہ کی دعوت انہیں پہنچی تھی۔“

انہوں نے لکھا ہے ”ذرا اس منافات کو دیکھو بلاشبہ جنہیں دعوت پہنچ جاتی ہے، وہ اہل فترت میں سے نہیں ہوتے۔ اہل فترت میں وہ اقوام شامل ہوتی ہیں جو رسلانِ عظام کے ان زمانوں میں ہوتی ہیں کہ نہ تو ان کی طرف پہلا رسول بھیجا گیا نہ ہی انہوں نے دوسرا رسول پایا۔ جیسے کہ وہ اعرابی جن کی طرف نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔ نہ ہی انہوں نے حضور ﷺ کو پایا۔ اس تفصیل کے مطابق فترت ان لوگوں کو شامل ہوگی جو دوسروں کے مابین ہوں گے۔ لیکن فقہاء جب فترت کے بارے گفتگو کرتے ہیں تو وہ مدت مراد لیتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ کے مابین ہے۔ جب دلائل قاطعہ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ایسا شخص عذاب میں مبتلا نہ ہوگا حتیٰ کہ حجت قائم ہو جائے گی ہمیں علم ہو گیا ہے کہ انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔“

اگر تم کہو ”اہل فترت کے بارے صحیح احادیث ہیں کہ انہیں عذاب دیا جائے گا جیسے صاحبِ محجن وغیرہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقیل بن ابی طالب نے اس کے تین جوابات دیے ہیں:

- ❖ یہ اخبار احاد ہیں جو دلیل قطعہ کی مقابلہ میں نہیں آسکتیں۔
- ❖ یہ عذاب انہیں لوگوں کے ساتھ مختص ہے (جن کا تذکرہ احادیث طیبہ میں ہوا ہے) سبب رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔
- ❖ ان احادیث میں عذاب ان لوگوں کے لیے مختص ہے جنہوں نے شراہ کو تبدیل کیا اور گمراہیاں پیدا کیں۔



اہل فترت کی تین اقسام ہیں:

❖ جن لوگوں نے اپنی بصیرت سے توحید کو پالیا۔ پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جو کسی شریعت میں داخل نہیں ہوئے جیسے قس بن ساعدہ، زید بن عمرو وغیرہ۔ ان میں سے بعض وہ تھے جو شریعت میں داخل ہو گئے تھے۔ جیسے تبع اور اس کی قوم۔

❖ جنہوں نے شریعت کو تبدیل کر دیا۔ شرک کیا توحید پر نہ رہے۔ اپنے آپ کے لیے ایک شریعت بنالی۔ حلال و حرام بنایا۔ اکثر لوگ اس قسم میں شامل تھے جیسا کہ عمرو بن لُحی۔ اس نے سب سے پہلے سائبہ، وصیلہ اور حامی کی ابتداء کی۔ بعض لوگوں نے اور اضافے کیے۔ انہوں نے جنات اور ملائکہ کی عبادت شروع کر دی۔ بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں۔ انہوں نے اور گھر بنا لیے۔ ان کے لیے نگر ان اور پردے بنا دیے۔ ان کے لیے خانہ کعبہ کی نقلیں اتاریں۔ جیسے لات، عزی اور منات۔

❖ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نہ شرک کیا، نہ توحید پر تھے۔ نہ کسی نبی کی شریعت میں داخل ہوئے۔ نہ ہی اپنے لیے کوئی شریعت بنائی۔ نہ دین اختراع کیا۔ بلکہ ساری زندگی اس طرح گزاری کہ وہ ان امور سے غافل رہے۔ جاہلیت کے دور میں بعض لوگ اس طرح بھی تھے۔

جب اہل فترت کو ان تین اقسام میں تقسیم کر دیا گیا تو جنہیں عذاب دینا صحیح روایات سے ثابت ہے وہ دوسری قسم میں شامل لوگ ہوں گے۔ وہ اپنے کفر کی وجہ سے معذور نہیں ہوں گے۔ حقیقت میں اہل فترت تیسری قسم ہی ہے۔ وہ دلائل قطعہ کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے تو حضور ﷺ نے قس اور زید میں سے ہر ایک کے بارے فرمایا: ”وہ ایک امت بن کر اٹھے گا۔“ تبع وغیرہ کا حکم ان لوگوں کے حکم کی مانند ہے جو کسی دین میں داخل ہوں جب تک کہ ان میں سے کوئی ایک اس اسلام کو نہ پالے جو ہر دین کا ناخ ہے۔“

## دوسرا مسلک

آپ ﷺ کے والدین کریمین سے شرک ثابت نہیں۔ بلکہ وہ اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے جیسا کہ زید بن عمرو جیسے لوگ تھے۔ امام فخرالدین رازی علیہ الرحمۃ کا یہی قول ہے۔ انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے۔ ”آپ ﷺ کے سارے آباء توحید پر تھے۔“ جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب اسرار التنزیل میں لکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ ”آزر حضرت ابراہیم کا باپ نہیں تھا بلکہ چچا تھا۔ اس کے درج ذیل دلائل ہیں۔ آپ ﷺ کے آباء کافر نہ تھے۔ بہت سے دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ۗ وَتَقَلُّبِكَ فِي السُّجُودِ ۗ (الشعراء: ۲۱۸)

ترجمہ: ”جو آپ کو دیکھتا رہتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور (دیکھتا رہتا ہے

جب) آپ چکر لگاتے ہیں سجدہ کرنے والوں کے گھروں کا۔“

کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کا نور مبارک ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے سارے آباء مسلمان تھے۔ اس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کافر نہ تھے۔ آذران کا چچا تھا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ”تقلبك في السجودين“ کو دیگر وجوہ پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ جب تمام کے بارے روایات وارد ہیں تو اسے تمام پر محمول کرنے میں کوئی منافات نہیں۔ جب یہ صحیح ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ بت پرست نہ تھے۔

جو بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضور ﷺ کے آباء مشرک نہیں تھے۔ وہ آپ

ﷺ کا یہ فرمان ہے: ”میں پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا۔“ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ - (التوبہ: ۲۸)

ترجمہ: ”مشرکین تو زرے ناپاک ہیں۔“

اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے آباء میں سے کوئی بھی مشرک نہ تھا۔ شیخ نے لکھا ہے ”میں نے اس موقف کے لیے ایسے قوی دلائل پائے ہیں جو عام اور خاص کے مابین ہیں عام دو مقدموں سے مرکب ہے:

❖ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے آباء میں سے تمام کے تمام اپنے زمانہ کے بہترین انسان تھے۔ امام بخاری کی حدیث ہے ”مجھے بنو آدم کے بہترین زمانہ میں مبعوث کیا گیا۔ زمانہ قرن بہ قرن تبدیل ہوتا رہا حتیٰ کہ مجھے اس قرن میں مبعوث کیا گیا جس میں میں تھا۔“ پہلے اس مفہوم کی بہت سی احادیث گزر چکی ہیں۔

❖ یہ بات بھی ثابت ہے کہ زمین سات یا اس سے زائد مسلمانوں سے خالی نہیں رہی۔ جن کے طفیل رب تعالیٰ اہل زمین سے مصائب دور کرتا تھا۔

عبدالرزاق نے المصنف میں، ابن منذر نے تفسیر میں صحیح کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ”وئے زمین پر سات یا اس سے زائد مسلمان رہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اہل زمین سب ہلاک ہو جاتے۔“

امام احمد نے الزہد میں اور خلال نے کرامات الاولیاء میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین سات مسلمانوں سے کبھی بھی خالی نہیں رہی جن کے طفیل رب تعالیٰ اہل زمین سے آفات دور کرتا تھا۔ ”جب ان مقدموں کو ملایا جائے تو امام رازی کا قول ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آپ کے اجداد کرام میں ہر جدمجد اگر ان سات مسلمانوں میں سے ایک ہوں جن کا تذکرہ ہوا ہے، اگر وہ ان کے علاوہ کوئی اور ہو تو پھر دوامروں میں سے ایک امر لازم آئے گا۔

(۱) یا تو دوسرا شخص ان سے بہتر ہوگا۔ یہ قول صحیح حدیث کی مخالفت کی وجہ سے باطل ہے۔ یا وہ ان لوگوں سے بہتر ہوگا۔ حالانکہ وہ اپنے شرک پر ہوگا یہ بالا جماع باطل ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (البقرة: ۲۲۱)

ترجمہ: ”اور بے شک مومن غلام بہتر ہے آزاد مشرک سے۔“

اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سارے آباء و جد پر تھے۔ تاکہ وہ ہر زمانہ میں روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہوں۔

خاص یہ ہے کہ ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح سے لے کر حضرت آدم تک سارے آباء اسلام پر تھے۔“

ابن منذر، ابن ابی حاتم، بزار اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہ السلام کے مابین دس صدیاں گزریں۔ وہ سارے لوگ شریعت حق پر گامزن تھے۔ پھر انہوں نے اختلاف کیا تو رب تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث کیا۔ تنزیل میں حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا کی تفسیر میں ہے:

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ مُؤْمِنًا. (نوح: ۲۸)

ترجمہ: ”میرے رب بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور اسے بھی جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہوا۔“

نص قرآن اور اجماع سے یہ ثابت ہے کہ حضرت سام بن نوح مومن تھے۔ بلکہ ایک اثر میں ہے کہ وہ نبی تھے۔ اسی طرح ان کے فرزند ارفخشذ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ اہل ایمان میں سے تھے۔ اس روایت کو ابن حکم نے تاریخ مصر میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ انہوں نے اپنے دادا حضرت نوح کو پایا۔ انہوں نے ان کے لیے دعا کی کہ رب تعالیٰ ان کی اولاد کو ملک اور نبوت عطا کرے۔ ارفخشذ سے لے کر تارح تک آباء کے ایمان کی صراحت موجود ہے۔ ابن سعد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لوگ بابل میں تھے۔ وہ حضرت نوح کے عہد سے لے کر اسلام پر تھے۔ حتیٰ کہ نمرود ان کا بادشاہ بن گیا۔ اس نے انہیں بت پرستی کی دعوت دی۔ انہوں نے یہ دعوت قبول کر لی۔

اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے اجداد کرام حضرت آدم سے لے کر نمرود

کے زمانہ تک مومن تھے۔ نمرود کے زمانہ میں ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ آزر کو اگر حضرت ابراہیم کا باپ تسلیم کر لیا جائے تو وہ سلسلۃ النسب سے نکل جاتا ہے۔ اگر وہ ان کا چچا ہو تو اس کے لیے کوئی استثناء نہیں ہے۔ یہ قول یعنی آزر حضرت ابراہیم کا باپ نہ تھا۔ بہت سے اسلاف سے مروی ہے۔ اسے ابن ابی شیبہ، ابن منذر نے مجاہد سے کئی سندوں سے روایت کیا ہے۔ کئی سندیں صحیح ہیں۔ ابن منذر نے ابن جریج سے اور ابن ابی حاتم نے سدی سے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

لغت کے اعتبار سے اس کی توجیہ یہ ہے کہ اب کا لفظ چچا پر بھی بولا جاتا ہے۔ یہ عام استعمال ہے۔ اگرچہ مجازی طور پر ہے۔ شیخ نے اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔ لیکن میں اسے ترک کرتا ہوں۔ بخاری شریف کی صحیح احادیث اور علماء کی نصوص وضاحت کرتی ہیں کہ لوگ حضرت ابراہیم کے عہد سے دین ابراہیمی پر تھے۔ عمرو بن عامر خزاعی تک ان میں سے کوئی بھی کافر نہ تھا۔ اس کو عمرو بن لُحی بھی کہا جاتا ہے۔ اس نے سب سے پہلے بتوں کی پوجا کی۔ دین ابراہیمی کو تبدیل کیا، اہل عرب کو بت پرستی کی دعوت دی۔ جو انہوں نے قبول کر لی۔ عمرو حضور کے جدا مجد کنانہ کا معاصر تھا۔ اس امر کی مزید تفصیل عنقریب آئے گی۔

پھر شیخ نے وہ امور ذکر کیے ہیں جو عدنان، معد، ربیعہ، مضر، خزیمہ، اسد، الیاس، کعب کے ایمان کی گواہی دیتے ہیں۔ پھر انہوں نے لکھا ہے ”اس ساری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر کعب بن لؤی تک کے ایمان کی صراحت ہو چکی ہے صرف آزر میں اختلاف ہے۔ اگر وہ حضرت ابراہیم کا باپ ہے تو اس کے لیے مستثنیٰ ہے۔ اگر وہ آپ کا چچا ہوا تو وہ آپ کے اجداد سے نکل جائے گا۔ نسب پاک محفوظ ہوگا۔ مرہ اور حضرت عبدالمطلب تک چار اجداد ہیں جن کے بارے مجھے کوئی روایت نہیں ملی۔ حضرت عبدالمطلب کا تذکرہ آ رہا ہے۔ حافظ شمس الدین بن ناصر الدین پر رب تعالیٰ رحم کرے۔ انہوں نے کیا خوب لکھا ہے:

تنقل احمد نورا مبینا

تللا فی وجوه الساجدینا

ترجمہ: ”احمد مجتبیٰ رضی اللہ عنہما نور مبین بن کر منتقل ہوئے، وہ سجدہ کرنے والوں کے چہروں میں چمکے۔“

تقلب فیہم قرنا فقرنا  
الی ان جاء خیر المرسلینا

ترجمہ: ”وہ ان میں قرن بہ قرن چلتے رہے حتیٰ کہ خیر المرسلین بن کر تشریف لائے۔“

### تیسرا مسلک

تیسرا مسلک یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کے والدین کریمین کو زندہ کیا حتیٰ کہ وہ آپ پر ایمان لے آئے۔ بہت سے آئمہ اور حفاظ کا یہی مسلک ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جو اس ضمن میں وارد ہے۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں لکھا ہے۔ لیکن وہ موضوع نہیں ہے۔ ابن صلاح نے علوم الحدیث میں بیان کیا ہے اور دیگر محدثین نے ان کی اتباع کی ہے کہ ابن جوزی نے موضوعات میں بہت سے تسامحات کیے ہیں۔ ایسی احادیث کو موضوع قرار دیا ہے جو موضوع نہیں ہیں بلکہ وہ ضعیف ہیں یا حسن یا صحیح ہیں۔

شیخ الاسلام ابن حجر نے ایک کتاب لکھی۔ جس کا نام ”القول المسدود فی الذب عن مسند احمد“ ہے۔ اس میں انہوں نے ان ساری احادیث کا تذکرہ کیا ہے جنہیں ابن جوزی نے موضوعات میں شامل کیا ہے۔ حالانکہ وہ مسند احمد میں ہیں۔ انہوں نے عمدہ طریقہ سے اس کا رد کیا ہے۔ انہوں نے یہ وضاحت کی ہے کہ ابن جوزی نے انہیں موضوع قرار دینا وہم ہے۔ انہوں نے تفصیل سے لکھا ہے کہ وہ ضعیف ہیں۔ موضوع نہیں ہیں۔ بعض حسن ہیں، بعض صحیح ہیں۔ ان میں بعض وہ بھی ہیں جو صحیح مسلم میں ہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے لکھا ہے ”یہ ابن جوزی کی شدید غفلت ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے جو صحیحین میں سے کسی ایک میں ہے۔“

ان کے شیخ حافظ زید الدین عراقی نے سب سے پہلے ابن جوزی کی گرفت کی۔ میں نے شیخ الاسلام کی کتابوں کی فہرست میں دیکھا کہ انہوں نے ابن جوزی کی گرفت پر کتاب شروع کی تھی۔ مگر میں اس کتاب سے آگاہ نہیں ہو سکا۔ میں نے ان احادیث کو تلاش کر لیا جو موضوع نہ تھیں۔ ان میں سے بعض سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مستدرک میں تھیں۔ میں نے ہر ہر حدیث کا حکم بیان کیا کہ وہ ضعیف ہے یا حسن یا صحیح ہے۔ میں نے ایک تالیف لکھی جس کا نام "النکت البدیعات علی البوضوعات" رکھا۔

جو حدیث پاک ہمارے زیر بحث ہے اس میں بہت سے آئمہ اور حفاظ نے ابن جوزی کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے جس سے فضائل اور مناقب میں استدلال کرنا درست ہے۔ یہ موضوع نہیں۔ ان آئمہ میں خطیب بغدادی، حافظ ابوالقاسم، ابن عساکر، ابن شائین، امام سہیلی، امام قرطبی، امام طبری، علامہ ابن منیر، ابن سید الناس شامل ہیں۔ حافظ شمس الدین نے اس ضمن میں یہ اشعار بھی کہے ہیں:

حبا الله النبي مزید فضل

علی فضل و کان بہ رؤفًا

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ پر فضل پر فضل فرمایا۔ وہ آپ کے ساتھ رؤف ہے۔"

فاحیا امہ و کذا اباه

لایمان بہ فضلا لطیفا

ترجمہ: "اللہ نے آپ کے والدین کریمین کو زندہ کیا تاکہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ یہ آپ پر فضل لطیف ہے۔"

فسلم فالقدیم بذنا قدیر

وان کان کان الحدیث بہ ضعیفا

ترجمہ: "یہ تسلیم کر لے۔ ذات باری تعالیٰ اس پر قادر ہے، اگرچہ اس کے بارے

روایت ضعیف ہے۔“

مجھے بعض فضلاء نے بتایا ہے کہ اس نے شیخ الاسلام ابن حجر کا ایک فتویٰ بھی دیکھا ہے، جنہوں نے اس میں اس مسئلہ کا جواب دیا تھا۔ مگر میں اس سے آگاہ نہیں ہوا۔ میں صرف اس کلام سے آگاہ ہوا ہوں جو میں نے دوسرے مسلک میں لکھ دیا ہے۔

امام سہیلی نے الروض الاف میں یہ روایت لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ رب تعالیٰ سے آپ ﷺ نے التجا کی کہ وہ آپ ﷺ کے والدین کو زندہ کرے۔ اس نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ کیا۔ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے پھر ان کا وصال ہو گیا۔ ”اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی رحمت اور قدرت کسی چیز سے عاجز نہیں ہے۔ حضور ﷺ بھی اس کے اہل ہیں جو عزت و کرامت چاہے آپ ﷺ کے ساتھ مختص کر دے۔“ انہوں نے اپنی کتاب میں کسی اور جگہ لکھا ہے کہ حضور کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”اگر آپ ان کے ساتھ کدی تک پہنچیں تو آپ جنت نہ دیکھتیں حتیٰ کہ اسے آپ کے والد گرامی کا دادا دیکھ لیتا۔“ اس میں آپ ﷺ نے ”جد ابیک“ فرمایا ہے۔ ”جدك“ نہیں فرمایا۔ یہ امر بھی اس روایت کو تقویت دیتا ہے۔ جو ہم نے پہلے ذکر کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔

اس کے ساتھ ساتھ امام سہیلی کی اس روایت کو ابن جوزی نے موضوعات میں نہیں لکھا۔ انہوں نے اس میں ایک اور روایت کسی دوسری سند سے لکھی ہے۔ جس میں صرف آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو زندہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ اس میں وہ روایت اس روایت کے علاوہ ہے جسے امام سہیلی نے ذکر کیا ہے۔ اس سے یہی علم ہوتا ہے کہ وہ مستقل ایک اور حدیث ہے۔ آئمہ نے اس روایت کو ان روایات کا نسخا مانا ہے جو اس کی مخالفت میں ہیں۔ انہوں نے تصریح کی ہے کہ یہ ان سے متاخر ہے۔ اس لیے اس میں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے ”حضور ﷺ کے فضائل لگا تار بڑھتے رہے۔ یہ امر بھی ان امور سے ہو گا جن کے ساتھ رب تعالیٰ نے ان پر فضل کیا۔ آپ ﷺ کو عزت بخشی۔ آپ ﷺ کے



والدین کریمین کا زندہ ہونا عقلاً ممتنع ہے نہ شرعاً۔ قرآن پاک میں ہے کہ بنو اسرائیل کا قاتل زندہ ہوا۔ اس نے اپنے قاتل کے بارے بتایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ کر دیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے بھی مردے زندہ کیے۔ جب یہ ثابت ہے تو پھر آپ ﷺ کے والدین کریمین زندہ کرنے میں کون سی ممانعت تھی۔ تاکہ آپ ﷺ کی فضیلت اور عزت زیادہ ہو جائے۔ شیخ الاسلام نے ”مسائل الحنفیاء“ میں اور بھی گفتگو کی ہے جو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے وصال کے باب میں ذکر کی جائے گی۔

### خاتمہ

بعض علماء کے نزدیک یہ مسائل قوی نہیں ہیں۔ انہوں نے امام مسلم کی روایت کو اپنے ظاہر پر رکھا ہے۔ نہ عدول اور نہ ہی نسخ کا قول کیا ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے لکھا ہے ”کسی کے لیے روا نہیں کہ وہ اس امر کا تذکرہ کھلے عام کرتا ہے۔“ امام سہیلی نے ”الروض الاف“ میں امام مسلم کی حدیث لکھنے کے بعد لکھا ہے ”ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین کے بارے اس طرح کی گفتگو کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”زندوں کو مردوں کی وجہ سے اذیت نہ دیا کرو۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

(الاحزاب: ۵۷)

ترجمہ: ”بے شک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔“

”اس سے بڑھ کر اور اذیت ناک کوئی امر نہیں کہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کے والد گرامی جہنمی ہیں۔“

بعض علماء نے پانچواں قول بھی اختیار کیا ہے۔ وہ توقف ہے۔ شیخ تاج الدین فاکہانی نے اپنی کتاب ”الفجر المنیر“ میں لکھا ہے کہ رب تعالیٰ ہی آپ ﷺ کے والدین کریمین کے

حال سے آگاہ ہے۔ علامہ الباجی نے شرح الموطا میں لکھا ہے کہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کو کسی مباح یا غیر مباح فعل سے اذیت دینا جائز نہیں ہے۔ اگرچہ آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انسانوں کو مباح امر سے اذیت دینا جائز ہے۔ اس سے ممانعت نہیں ہے۔ مباح کام کرنے والا گناہ گار نہیں ہوتا۔ خواہ اس کی اذیت کسی دوسرے تک پہنچ جائے۔ اس لیے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ میں اسے حرام نہیں کرتا جس کو رب تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔ لیکن بخدا! رسول کریم ﷺ کی لخت جگر اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی کبھی بھی ایک شخص کے پاس جمع نہیں ہو سکتیں۔“

اس میں آپ ﷺ نے سیدہ النساء کا حکم اپنا حکم بنا لیا۔ وہ یہ کہ کسی مباح فعل سے بھی آپ ﷺ کو اذیت دینا درست نہیں۔ ارشادِ بانی ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾ (الاحزاب: ٥٨)

ترجمہ: ”اور جو لوگ دل دکھاتے ہیں مومن مردوں اور مومن عورتوں کا بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی (معیوب) کام کیا ہو تو انہوں نے اٹھالیا (اپنے سر پر) بہتان باندھنے اور کھلے گناہ کا بوجھ۔“

مؤمنین کی اذیت کو بغیر ما اکتسبوا کے ساتھ مشروط کیا جبکہ حضور ﷺ کو اذیت دینے کو کسی شرط کے بغیر ذکر فرمایا۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یحییٰ بن عبد الممالک کی سند سے نوفل بن فرات سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا ایک عامل تھا۔ اس کے پاس شام کا ایک شخص تھا جو امین تھا۔ اس نے اسے شام کے علاوہ کسی جگہ میں ایسے شخص کو عامل مقرر کر دیا جس کے باپ پر تہمت تھی۔ یہ بات حضرت عمر تک بھی پہنچ گئی۔ انہوں نے اسے فرمایا: ”تو نے مسلمانوں کے علاقہ پر ایسے آدمی کو عامل کیوں مقرر کیا ہے جس کے باپ پر تہمت ہے؟ اس نے کہا: ”رب تعالیٰ امیر المؤمنین کی اصلاح

کرے۔ اگر اس کے باپ پر تہمت ہے تو پھر کیا حضور اکرم ﷺ کے والدین بھی تو مشرک تھے (نعوذ باللہ منہ) حضرت عمر نے آہ نکالی۔ پھر خاموش رہے۔ پھر اپنا سراٹھایا اور فرمایا: ”میں اس کی زبان کاٹ دوں؟ اس کا ہاتھ اور ٹانگ کاٹ دوں؟ اس کی گردن اڑا دوں؟“ پھر فرمایا: ”جب تک میں زندہ ہوں میرے ساتھ کلام نہ کرنا۔“

شیخ نے فرمایا ہے: ”مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں اس مسئلہ پر کچھ اشعار کہوں جن پر میں اپنی تالیف کو ختم کروں۔ میں نے یہ اشعار کہے ہیں:

ان الذی بعث النبی محمدا

انجی به الثقلین ہما یجف

ترجمہ: ”بلاشبہ وہ ذات جس نے محمد عربی ﷺ کو مبعوث کیا۔ آپ کی وجہ سے ثقلین کو اس چیز سے نجات مل جائے جو انہیں ہلاک کر سکتی تھی۔“

ولامہ و ابیہ حکم شائع

ابداء اہل علم فیما صنفوا

ترجمہ: ”آپ ﷺ کے والدین کے لیے ایک حکم معروف ہے۔ اہل علم نے اپنی کتب میں اسی کا اظہار کیا ہے۔“

فجباۃ اجر وہما ہجری الذی

لم یاتہ خبر الدعاء المسعف

ترجمہ: ”ایک جماعت نے انہیں اس گروہ میں شمار کیا ہے جنہیں قریبی دعوت دینے والوں کی خبر نہیں پہنچی۔“

والحکم فیہن لم تجئہ دعوة

ان لا عذاب علیہ حکم یولف

ترجمہ: ”ایسے لوگوں کے بارے میں رب تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے جنہیں دعوت نہ پہنچی ہو کہ ان پر کوئی عذاب نہیں۔“

فبذاك قال الشافعية كلهم

والاشعرية ما بهم متوقف

ترجمہ: ”یہ نظریہ سارے شوافع اور اشعریہ کا ہے۔ ان میں سے کسی کا کوئی توقف نہیں ہے۔“

و بسورة الاسراء فيه حجة

و بنحوذا في الذكر آى تعرف

ترجمہ: ”سورۃ الاسراء میں اس کی ایک دلیل موجود ہے جو ذکر کے ذال کی طرح مشہور ہے۔“

و لبعض اهل الفقه في تعليله

معنى ادق من النسيم والطف

ترجمہ: ”بعض اہل فقہ نے اس کی تعلیل میں ایسا معنی لکھا ہے کہ باد نسیم سے زیادہ نرم اور لطیف ہے۔“

و نحا الامام الفخر رازی الوری

منحیاً به للسامعین تشنف

ترجمہ: ”اس مسئلہ میں امام رازی کا موقف وہ ہے جس میں سامعین کے لیے دلائل سے آراستہ کلام ہے۔“

اذهم على الفطر الذی ولدوا ولم

یظہر عناد منهم و تخلف

ترجمہ: ”وہ اس فطرت پر رہے جس پر ان کی ولادت ہوئی ان سے کسی عداوت اور عناد کا اظہار نہ ہوا۔“

قال الأکئی ولد النبی المصطفی

کل علی التوحید اذ یتحنف

ترجمہ: ”پہلے گروہ نے کہا ہے کہ جو نور مصطفیٰ ﷺ کے امین رہے وہ سب توحید پر تھے

وہ ہر باطل سے منہ موڑے ہوئے تھے۔“

من آدم لابیہ عبد الله ما

فیہم اخو الشرك ولا مستنکف

ترجمہ: ”حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ تک ایک شخص بھی نہ مشرک تھا نہ ہی بندگی کو عار سمجھنے والا تھا۔“

فالمشركون كما بسورة التوبة

نجس و کلہم بطہر یوصف

ترجمہ: ”سورۃ التوبہ میں ہے کہ مشرک سارے کے سارے ناپاک ہیں۔ آپ کے آباء تو پاک و صاف تھے۔“

و بسورة الشعراء فیہ تقلب

فی الساجدین فکلہم متحنف

ترجمہ: ”سورۃ الشعراء میں تقبلک فی الساجدین ہے۔ آپ کے سارے آباء باطل سے منہ موڑنے والے یکسو تھے۔“

هذا کلام الشیخ فخر الدین فی

اسرارہ ہطلت علیہ الذرف

ترجمہ: ”یہ امام رازی کا قول ہے جو انہوں نے ”اسرار“ میں لکھا ہے۔ ان پر رب تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔“

فجزاہ رب العرش خیر جزائہ

و حباہ جنات النعیم تزحرف

ترجمہ: ”رب تعالیٰ انہیں بہترین جزاء دے۔ انہیں جنات النعیم میں جگہ دے اور انہیں آراستہ کرے۔“

فلقد تدين في زمان الجاهلية

فرقة دين الهدى و تحنقوا

ترجمہ: ”زمانہ جاہلیت میں ایک گروہ نے ہدایت کا دین اختیار کیا اور یک سو ہو گئے۔“

زيد بن عمرو بن نوفل هكذا

الصديق ما شرك عليه يعكف

ترجمہ: ”جیسے کہ زید بن عمرو بن نوفل اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہما انہوں نے تو کبھی شرک کیا ہی نہیں تھا۔“

قد فسّر السبكي بذاك مقالةً

للاشعري وما سواه مزيف

ترجمہ: ”امام سبکی نے اشعریہ کے لیے یہ بات تفصیل سے بیان کی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی موقف درست نہیں۔“

اذ لم تزل عين الرضا منه على

الصديق وهو بطول عمر احنف

ترجمہ: ”حضرت صدیق اکبر پر ہر وقت رضا کی آنکھ رہی وہ ساری عمر باطل سے روگرداں رہے۔“

عادت عليه صحبة الهادي فما

في الجاهلية للضلالة يقرف

ترجمہ: ”انہیں حضور ﷺ کی رفاقت میسر رہی وہ زمانہ جاہلیت میں بھی گمراہی کے قریب نہ گئے۔“

فلامه و ابوه احري سيما

و رأت من الآيات ما لا يوصف

ترجمہ: ”آپ ﷺ کے والدین اس امر کے زیادہ مستحق تھے۔ آپ ﷺ کی والدہ

ماجدہ نے ایسی نشانیاں دیکھیں جنہیں صحیح طرح بیان نہیں کیا جاسکتا۔“

و جماعة ذهبوا الى احيائه  
ابويه حتى امنوا لا خرفوا

ترجمہ: ”ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا  
حتیٰ کہ وہ آپ پر ایمان لائے یہ نظریہ غلط نہیں ہے۔“

روی ابن شاہین حدیثا مسندا

في ذاك لكن الحديث مضعف

ترجمہ: ”ابن شاہین نے اس کے متعلق ایک روایت بھی نقل کی ہے۔ لیکن وہ روایت  
ضعیف ہے۔“

هذي سالك لوتفرد بعضها

لكفي فكيف بها اذا اتتالف

ترجمہ: ”یہ سالک ہیں اگرچہ بعض بعض سے جدا ہیں۔ یہ کافی ہیں ان کی کیفیت اس  
وقت کیا ہوگی جب یہ اکٹھے ہو جائیں گے۔“

و بحسب من لا يرتضيها صيته

ادبا لكن ابن من هو منصف

ترجمہ: ”جو اسے پسند نہیں کرتا اسے ادبا خاموش رہنا ہی بہتر ہے، لیکن وہ کہاں ہے جو  
منصف ہے۔“

صلى الاله على النبي محمد

ما جدد الدين الحنيف محنف

ترجمہ: ”رب تعالیٰ اس وقت تک حضور ﷺ پر درود پاک پڑھتا رہے جب تک علماء  
دین حنیف کی تجدید کرتے رہیں۔“

## عبدالمطلب

ان کی کنیتیں ابو الحارث اور ابو لبطاء تھیں۔ ان کا نام شیبۃ الحمد تھا۔ امام سہلی نے اسے ہی درست قرار دیا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق ان کا نام عامر تھا۔ ابو عمر نے کہا ہے کہ یہ درست نہیں ہے۔ شیبہ نام کیوں رکھا گیا۔ اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے تو ان کے سر پر سفید نشان تھا۔ جو ان کی مینڈھیوں سے ظاہر ہوتا تھا۔ دوسرے قول کے مطابق کیونکہ ان کے باپ نے ان کی ماں کو یہ وصیت کی تھی۔

ان کا لقب عبدالمطلب اس لیے پڑ گیا کیونکہ ان کے والد گرامی ہاشم تاجر کی حیثیت سے مدینہ طیبہ آئے۔ وہ عمرو بن زید کے ہاں ٹھہرے۔ انہوں نے اس کی نور نظر سلمی بنت عمرو کو دیکھا تو پسند آگئی۔ اس کے باپ سے رشتہ مانگا تو اس نے رشتہ دے دیا۔ اس نے یہ شرط رکھی کہ وہ جو بچہ بھی جنم دے گی تو اس کے اہل خانہ میں ہی رہے گا۔ ہاشم چلے گئے۔ زوجہ سے حق زوجیت ادا نہ کیا۔ واپس آگئے تو اسی جگہ اپنی زوجہ سے حق زوجیت ادا کیا۔ کچھ مدت اسی جگہ ٹھہرے۔ پھر زوجہ کو مکہ مکرمہ لے آئے۔ جب اسے حمل ہوا تو وہ اپنے والد کے پاس چلی گئی۔ ہاشم شام گئے تو اس جگہ وصال ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلب مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ سات یا آٹھ سال وہیں ٹھہرے رہے۔ اہل تہامہ کا ایک شخص مدینہ طیبہ سے گزرا۔ وہاں کچھ بچے تیر اندازی کر رہے تھے۔ ان میں ایک بچہ تھا جس کا تیر نشانہ پہ لگتا تو وہ کہتا "میں ہاشم کا فرزند ہوں۔ میں سید لبطاء کا بیٹا ہوں۔" اس شخص نے پوچھا "اے بچے! تیرا تعلق کن کے ساتھ ہے؟" اس بچے نے کہا: "میں شیبہ بن ہاشم بن عبدمناف ہوں۔" وہ شخص مکہ مکرمہ گیا۔ مطلب بن مناف کو حطیم میں دیکھا۔ اس شخص نے کہا: "ابو الحارث! اٹھو۔ وہ اٹھے ان کی طرف گئے۔ اس شخص نے کہا: "میں ابھی ابھی یشرب سے آیا ہوں۔ میں نے وہاں تیر اندازی کرتے ہوئے بچے دیکھے۔ پھر اس نے ساری داستان سنا دی۔ پھر کہا: "میں نے اتنا عمدہ اور خوبصورت بچہ دیکھا ہے کہ اسے چھوڑا نہیں جاسکتا۔ مطلب نے کہا: "میں اس سے غافل رہا۔"



بخدا! میں اس وقت اپنے خاندان اور مال کی طرف نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ میں اسے لے آؤں۔ حارث نے اسے اپنی اونٹنی دی۔ وہ اس پر سوار ہو گیا۔

مطلب روانہ ہوئے حتیٰ کہ رات کے وقت مدینہ طیبہ پہنچے۔ پھر بنو عدی بن نجار کے پاس پہنچے۔ اس کے سامنے بچے مجلس میں تھے۔ جب اس نے اپنے بھتیجے کو دیکھا تو کہا ”کیا یہ ہاشم کا فرزند ہے؟“ لوگوں نے بتایا ”ہاں! لوگوں نے مطلب کو پہچان لیا۔ انہوں نے کہا ”ہاں! یہ تمہارا بھتیجا ہے۔ اگر تم اسے لے جانا چاہتے ہو تو اسی وقت لے جاؤ۔ اس کی ماں کو اس کے بارے علم نہیں۔ اگر اسے علم ہو گیا تو ہم اس کے اور تمہارے مابین حائل ہو جائیں گے۔“ اس نے اپنی اونٹنی بٹھائی۔ پھر شیبہ کو بلایا۔ اسے کہا: ”میرے بھتیجے! میں تمہارا چچا ہوں۔ میں تمہیں اپنی قوم میں لے جانا چاہتا ہوں۔ میرے ہمراہ سوار ہو جاؤ۔ مطلب نے اسے اونٹنی پر سوار کیا اور اونٹنی اٹھائی اور چل پڑے۔ جب شیبہ کی والدہ کو علم ہوا کہ اس کا چچا اسے لے گیا ہے تو وہ اپنے بیٹے پر غمزدہ ہو گئی۔ اس نے یہ اشعار پڑھے:

کنا ولاة حمہ رمہ  
حتی اذا قام علی امہ  
انتزعوه من امہ  
و غلب الاخوال حق عمہ

ترجمہ: ”اس بچے کے قلیل اور کثیر کے مالک ہم ہی تھے۔ جب وہ پروان چڑھا تو

انہوں نے اسے اس کی ماں سے چھین لیا۔ چچا کا حق ماموؤں کے حق پر غالب آ گیا۔“

دوسرے قول کے مطابق انہوں نے والدہ کی اجازت سے انہیں حاصل کیا تھا۔ جب وقت چاشت مطلب مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے حضرت عبدالمطلب تھے۔ لوگ بازاروں میں اور اپنی اپنی محافل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اسے خوش آمدید کہنے کے لیے اٹھے۔ انہوں نے پوچھا: ”یہ تمہارے ہمراہ کون ہے؟“ اس نے کہا: ”یہ میرا غلام ہے جسے میں نے شرب سے خریدا ہے۔“ پھر شیبہ کو لے کر جزورہ آیا۔ ان کے لیے حلہ خریدا اور انہیں اپنی

زوجہ خدیجہ بنت سعید کے پاس لے گئے۔ رات کے وقت شیبہ کو حله پہنایا۔ انہیں بنو عبدمناف کی محفل میں بٹھایا اور انہیں ان کی داستان سنادی۔ شیبہ بعد میں یہی حله پہن کر نکلتے تھے۔ مکہ مکرمہ کی گلیوں میں گھومتے تھے۔ ان کا چہرہ سارے لوگوں سے خوبصورت تھا۔ لوگ انہیں کہتے ”یہ عبدالمطلب (مطلب کے غلام) ہیں۔ ان کا یہی نام معروف ہو گیا۔ شیبہ کو چھوڑ دیا گیا۔ حضرت عبدالمطلب اکثر اپنے ننھال جاتے تھے۔ اور ان کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے تھے۔

بلاذری نے محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب قریش کے حلیم اور حکیم افراد میں سے تھے۔ حرب بن امیہ ان کا دوست تھا۔ حضرت عبدالمطلب کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ جسے اذینہ کہا جاتا تھا۔ وہ اپنا مال لے کر تہامہ کے بازاروں میں جاتا تھا۔ اس کے اس فعل نے حرب کی آتش غیظ کو بھڑکایا۔ حرب نے قریش کے جوانوں کو اکسایا۔ اس نے کہا یہ گدھا تمہارے پاس آیا ہے۔ یہ بغیر کسی پناہ اور سواروں کے تمہارے شہر میں پھرتا رہتا ہے۔ بخدا! اگر تم اسے قتل کر دو۔ اس کا مال لے لو تو تمہیں کسی کے تعاقب کا کوئی خوف نہیں۔ کوئی شخص تم سے اس کے خون کا مطالبہ نہیں کرے گا۔ عامر بن عبدمناف اور صخر بن عمرو نے اس یہودی پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت عبدالمطلب کو اس کے قاتل کا علم نہ ہو سکا۔ وہ چھان بین کرتے رہے حتیٰ کہ انہیں علم ہو گیا۔ وہ حرب بن امیہ کے پاس گئے۔ اس کے اس کرتوت پر اس کی سرزنش کی اور اپنے پڑوسی کے خون کا مطالبہ کرتے رہے۔ وہ اپنی گفتگو میں سختی اختیار فرماتے رہے حتیٰ کہ اللہمک اور اللہجاج نے انہیں فخر کرنے پر بلایا اور نجاشی کو ثالث مقرر کیا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے نفیل بن عبدالعزیٰ کو ثالث مقرر کیا۔ اس نے حرب سے کہا: ”ابو عمرو! تم اس شخص پر فخر کرتے ہو جس کی قامت تجھ سے طویل ہے۔ جو تجھ سے حسین و جمیل ہے۔ جو عورت میں تجھ سے بڑھ کر اور ملامت میں تجھ سے کم ہے۔ وہ اولاد میں تجھ سے کثیر ہے۔ عطیات میں تجھ سے زیادہ ہے۔ مدد کے اعتبار سے تجھ سے بڑھ کر ہے۔ میں اپنا یہ قول کرتا ہوں۔ عبدالمطلب! آپ کو

غصہ دیر سے آتا ہے۔ عرب میں آپ کی شہرت پھیلی ہوئی ہے۔ آپ مستقل مزاج ہیں۔ آپ کا قبیلہ آپ سے پیار کرتا ہے۔ آپ فخر میں جیت گئے ہیں۔ یہ سن کر حرب کو غصہ آیا۔ اس نے فضیل کو گالیاں دیں۔ اس نے کہا: ”جب زمانہ نے تجھے سرنگوں کر دیا تو تجھے ثالث بنا دیا گیا۔ اہل عرب فضیل کے پاس اپنے فیصلے لے کر جاتے تھے۔ اسی واقعہ کے بارے میں فضیل نے یہ اشعار کہے ہیں:

اولاد شیبۃ اهل المجد قد علمت  
علیا معد اذا ما هز هز الورع  
و شیخہم خیر شیخ لست تبلغہ  
اتی و لیس بہ سخف ولا طمع  
یا حرب ما بلغت ساعاتکم ہبعا  
سقی الجحیح وما ذا یبلغ الہبع  
ابو کما واحد الفرع بینکما  
منہ الغساش و منہ الناضر الینع

ترجمہ: ”حضرت شیبہ کی اولاد بزرگی والی ہے۔ معد کی رفعت جانتی ہے۔ جب تقویٰ حرکت دیتا ہے ان کا بزرگ بہترین بزرگ ہے۔ تو ان تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ ان میں نہ کم عقلی ہے نہ لالچ ہے۔ اے حرب! تمہاری کوشش تو اونٹ تک بھی نہیں پہنچی وہ تو حاجیوں کو پلاتے ہیں اور ایک اونٹ کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ تمہارا باپ تو ایک ہے لیکن تمہارے مابین فرق بہت زیادہ ہے۔ تم میں سے ہی کوئی وہ لکڑی ہے جسے پندے گھونسوں کے لیے استعمال کرتے ہیں اور تم میں ہی خوشگوار اور تر و تازہ پھل بھی ہے۔“

حضرت عبدالمطلب نے حرب کی رفاقت چھوڑ دی اور عبداللہ بن جدعان کو دوست بنا لیا ہے۔ انہوں نے حرب کو نہ چھوڑا حتیٰ کہ اس سے ایک سواونٹ لیے اور اس یہودی کے

چچازاد کو دے دیے۔ اس نے اس یہودی کا مال بھی واپس کر دیا۔ مگر تھوڑا سا مال باقی تھا جو اس سے تلف ہو گیا تھا۔ وہ اس کا بھی ضامن بنا۔ ارقم بن نضله بن ہاشم نے اس واقعہ کے بارے اشعار لکھے ہیں:

و قبلک ما اردی امیة ہاشم  
فاوردہ عمرو الی شری مورِد  
ایا حرب قد حاربتہ غیر مقصر  
شاک الی الغایات طلّاع انجد

ترجمہ: ”تم سے قبل ہاشم نے امیہ کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ عمرو نے اسے برے گھاٹ پر اتار دیا۔ اے ابو حرب! تو نے جنگ کرنے میں سستی سے کام نہیں لیا لیکن وہ نشیب و فراز سے آگاہی اور تجربات میں تجھ سے کہیں آگے نکل گیا ہے۔“

بلاذری نے محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کا پانی کا چشمہ تھا جسے ”الہرم“ کہا جاتا تھا۔ جناب بن حارث نے بنو ثقیف کے ہمراہ اس پر غلبہ پالیا۔ حضرت عبدالمطلب نے قضاعی کاہن کے پاس ان کے ساتھ فخر میں مقابلہ کیا۔ اس کاہن کا نام سلم تھا۔ یہ شام میں رہتا تھا۔ قریش کے چند افراد کے ساتھ حضرت عبدالمطلب اس کے پاس گئے۔ جناب ثقیف کی ایک جماعت کے ساتھ نکلا۔ جب وہ کاہن تک پہنچے تو انہوں نے توشہ دان کے منکا میں ٹڈی کا سر چھپا دیا۔ کاہن نے کہا: ”تم نے میرے لیے وہ چیز چھپائی ہے جو اڑتی ہے تو بلند ہوتی ہے، جب ٹیڑھی ہوتی ہے تو گر پڑتی ہے۔ اس کی دم بڑی تیز ہے جو آری کی طرح چلتی ہے۔ انہوں نے کہا: ”ذرا تفصیل بیان کرو“ اس نے کہا اگر میرے اس قول کی تفصیل درکار ہے وہ تو یہ ہے کہ وہ ٹڈی کا سر ہے جو توشہ دان کے منکے میں ہے جو قلابہ کی تہ میں ہے۔“ انہوں نے کہا: ”تو نے سچ کہا ہے“ انہوں نے اپنا اپنا نسب بیان کیا۔ اس نے کہا: ”میں نور اور تاریکی کی قسم اٹھاتا ہوں۔ حرم والے گھر کی قسم! حرم میں پانی کا چشمہ ہے۔ وہ کریم قریشی کے لیے ہے۔“ یہ سن کر بنو ثقیف ناراض ہو گئے۔ انہوں نے اسے کہا: ”ہمارے بلند

منصب اور سخاوت کی وجہ سے یہ فیصلہ ہمارے حق میں کر دے۔ کیونکہ ہم بہت زیادہ نیرہ بازی کرتے ہیں۔“ حضرت عبدالمطلب نے کہا: ”کاہن! تم اس کے حق میں فیصلہ کرو جو بڑی بڑی خیرات والا ہے جس کا باپ مضر کا سردار ہے۔ وہ حاجیوں کو پانی پلاتے تھے جب ان کی تعداد کثیر ہوتی تھی۔“ اس وقت کاہن نے کہا:

اما و رب القلص الرواسم  
 یحملن ازوالاً بقی طاسم  
 ان سناء المجد والمکارم  
 فی شیبۃ الحمد سلیل ہاشم  
 ابی النبی المرتضیٰ للعالم

ترجمہ: ”ان اونٹنیوں کے رب کی قسم جو چلتے وقت زمین پر نشانات ڈالتی ہیں جو طاسم قبیلہ کے بہادروں کو اٹھاتی ہیں، بزرگی اور اخلاق کی روشنی شیبۃ الحمد میں ہے جو ہاشم کے فرزند ہیں۔ وہ اس نبی مرتضیٰ ﷺ کے دادا ہیں جو ساری دنیا کے لیے تشریف لائیں گے۔“

پھر اس نے کہا:

ان بنی النضر کرام سادہ  
 من مضر الحبراء فی قلادہ  
 اهل السناء و ملوک قادہ  
 مزارہم بارضہم عبادہ  
 ان مقالی فاعلموا شہادہ

ترجمہ: ”بنو نضر کریم اور سردار ہیں۔ مضر الحبراء بھی اسی نسل سے ہیں۔ وہ نورانی چہروں والے بادشاہ اور قائد ہیں۔ ان کی زمین میں ان کی زیارت کرنا عبادت ہے۔ میرا یہ قول گواہ ہے۔ خوب جان لو۔“

پھر اس نے کہا: ”ثقیف بھاگا ہوا غلام تھا۔ اسے پکڑ کر آزاد کیا گیا۔ اس کا اس کریم میں کوئی حق نہیں ہے۔“

جب اس کاہن نے عبدالمطلب کے لیے ہرم کا فیصلہ کر دیا تو حضرت عبدالمطلب نے دیکھے ادھار لیے۔ پھر اونٹ ذبح کیا اپنے ارد گرد کے لوگوں کو کھلایا۔ کچھ اونٹ مکہ مکرمہ کے پہاڑوں پر بھیج دیے۔ انہیں پرندوں اور درندوں کے لیے ذبح کر دیا گیا۔ جناب ابوطالب نے کہا ہے:

و نطعم حتى تاكل الطير فضلنا

اذ جعلت ایدی المنيضين ترعد

ترجمہ: ”ہم کھلاتے ہیں حتیٰ کہ ہمارا کھانا پرندے بھی کھاتے ہیں۔ جب معالجوں کے ہاتھوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔“

علامہ بلاذری نے حضرت محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ جذام کا ایک کارواں حج کے بعد عازم سفر ہوا۔ انہوں نے اپنا ایک شخص نہ پایا۔ انہوں نے اسے مکہ مکرمہ کے گھر میں تلاش کیا۔ انہیں حذافہ بن غانم ملا۔ انہوں نے اسے ہی پکڑا اور باندھ دیا اور اسے لے کر چلے۔ حضرت عبدالمطلب طائف سے واپس آرہے تھے۔ ان کے ہمراہ ان کا بیٹا ابولہب تھا جو انہیں لارہا تھا کیونکہ ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ جب حذافہ نے انہیں دیکھا تو باوازِ بلند انہیں پکارا۔

حضرت عبدالمطلب نے ابولہب سے پوچھا: ”یہ کیا ہے؟“ اس نے کہا: ”یہ حذافہ بن غانم ہے جسے کارواں نے باندھ رکھا ہے۔ جناب عبدالمطلب نے کہا: ”ان کے پاس جا اور ان سے بات کر کہ معاملہ کیا ہے؟“ وہ کارواں کے پاس گیا۔ انہیں بتایا۔ پھر وہ واپس آیا اور حضرت عبدالمطلب کو بتایا۔ انہوں نے کہا: ”کیا تیرے پاس کچھ ہے۔“ ابولہب نے کہا: ”میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔“ عبدالمطلب نے کہا: ”ان کے پاس جا اور انہیں کچھ دے اور اس آدمی کو چھڑالے۔“ ابولہب ان کے پاس گیا۔ اس نے کہا: ”تم میرے مال اور

تجارت سے آگاہ ہو۔ میں تمہیں بیس اوقیہ سونا اور دس اونٹ اور دس گھوڑے دوں گا۔ یہ میری چادر بطور رهن رکھ لو۔“ انہوں نے ابولہب کی بات مان لی۔ حذافہ کو چھوڑ دیا۔ حذافہ آیا۔ جب حضرت عبدالمطلب نے ابولہب کی آواز سنی تو انہوں نے کہا: ”میرے باپ کی قسم! تو نافرمان ہے۔ واپس لوٹ جا۔“ ابولہب: ”حذافہ میرے ساتھ ہے۔“ ابولہب نے اسے بلایا: ”اے حذافہ! کیا تو میری آواز سن رہا ہے؟“ حذافہ نے کہا: ”ہاں! میرے والدین آپ پر فدا! اے حاجیوں کو پانی پلانے والے! مجھے اپنے پیچھے بٹھالیں۔ انہوں نے اسے اپنے پیچھے بٹھالیا حتیٰ کہ مکہ مکرمہ آگئے۔ حذافہ نے یہ اشعار کہے:

بنو شية الحمد الذی کان وجہہ

یضیی ظلام اللیل کالقبر البدر

ترجمہ: ”حضرت عبدالمطلب کے فرزند! جن کا چہرہ تاریک رات میں ماہِ تمام کی طرح چمکتا تھا۔“

کھولہم خیر الکھول و نسلہم

کنسل الملوک لاقصار و خزر

ترجمہ: ”ان کے بزرگ بہترین بزرگ اور ان کی نسل بادشاہوں کی نسل ہے۔ وہ نہ تو

کو تہا قد ہیں اور نہ ہی بھینگے ہیں۔“

ملوک و ابناء ملوک و سادۃ

تفلق عنہم بیضۃ الطائر الصقر

ترجمہ: ”وہ بادشاہ اور بادشاہوں کی اولاد ہیں۔ سردار ہیں۔ گویا کہ شاہین کا انڈا پھٹا اور وہ نکلے۔“

لساقی حجیج ثم للخیر ہاشم

و عبد مناف ذلک السید الفہر

ترجمہ: ”وہ حاجیوں کو پلانے والے پھر ہاشم روٹی کھلانے والے ہیں اور عبد مناف فہر

کے سردار تھے۔“

متی تلق منهم خارجا في شبابه

تجددہ علی احراء والدة یجری

ترجمہ: ”جب تم ان میں سے کسی شخص کو ملو گے جو جوانی سے نکل رہا ہوگا۔ تم اسے پاؤ گے کہ وہ اپنے والد کے نقش قدم پر چل رہا ہوگا۔“

هم ملاؤا البطحاء مجدا و سؤودا

وهم نكلوا عنا غواة بنی بكر

ترجمہ: ”انہوں نے بطحاء کو بزرگی اور سرداری سے بھر دیا ہے اور انہوں نے ہی بنو بکر کے باغیوں کو ہماری طرف سے سزا دی۔“

و هم يغفرون الذنب ينقم مثله

وهم ترکوا رای السفاهة والهجر

ترجمہ: ”وہ ایسے گناہ معاف کر دیتے ہیں جن کا بدلہ لیا جاتا ہے اور انہوں نے حماقت اور زیادہ گوئی کی رائے کو ترک کر دیا ہے۔“

اخارج اما اهلکن فلا تزل

بشیبة منکم شا کرا اخر الدهر

ترجمہ: ”اگر میں باہر نکلتا تو میں صرف ہلاک ہو جاتا۔ تم پر لازم ہے تم تا قیامت شبیہ کا شکر یہ ادا کرو۔“

بلاذری نے حضرت محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے سب

سے پہلے خضاب لگایا کیونکہ انہیں جلد بڑھانے کے لیے لگایا۔ وہ یمن کے ایک بادشاہ کے پاس

گئے۔ اس نے انہیں خضاب لگانے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے اپنے بالوں پر مہندی لگادی۔

پھر خضاب لگایا۔ جب واپس لوٹے تو مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر دوبارہ خضاب لگایا۔ وہ بہت

زیادہ خضاب لے کر آئے تھے۔ جب وہ اپنے گھر داخل ہوئے تو ان کے بال کوڑے کے

پروں کی طرح تھے۔ ان کی زوجہ نتیلہ نے کہا: ”یہ رنگ کتنا اچھا ہے۔ کاش! آپ ہمیشہ یہی



استعمال کریں۔ اس وقت عبدالمطلب نے یہ اشعار کہے:

لو دام لی هذا السواد حمدته

و کان بدیلا من شباب قد انصرم

ترجمہ: ”اگر یہ سیاہی ہمیشہ رہتی تو میں اس کا شکر ادا کرتا۔ یہ اس جوانی کا بدل ہے جو گزر چکا ہے۔“

تمتعت منه والحياة قصيرة

ولا بد من موت نتيلا او هرم

ترجمہ: ”میں نے اس سے لطف اٹھایا ہے۔ زندگی مختصر ہے۔ نتیلاً کو موت یا بڑھا پاضرور آئے گا۔“

وما ذا لذی یجدی علی المرء خصفه

و نعبته یوما اذا عرشه انهدم

ترجمہ: ”اس دن انسان کو اس کی خوشحالی اور نعمت کیا فائدہ دے سکتی ہے جس دن اس

کا تخت الٹ جائے گا ان کے بعد اہل مکہ خضاب لگانے لگے۔“

حضرت عبدالمطلب کا جسم سفید تھا۔ وہ خوبصورت، طویل اور فصیح تھے۔ جو بھی انہیں

دیکھتا ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتا۔ انہیں سقایہ اور رفادہ کا منصب ملا۔ انہیں اپنی قوم میں

شرف اور قدر نصیب ہوا۔ ان میں نور نبوت اور سلطنت کی ہیبت دیکھی جاسکتی تھی۔ ان کے

اخلاق حد و شمار سے ماوراء ہیں۔ وہ قریش کے سردار تھے۔ نفس، والد، گھر، حسن و جمال، رونق

اور جملہ افعال میں ان کا ثانی نہ تھا۔

علامہ رشاطی نے لکھا ہے زمانہ جاہلیت میں انہوں نے خود پر شراب حرام کر رکھی تھی۔ ان

کے کئی بیٹے اور بیٹیاں تھیں جن کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔ انہوں نے ۱۲۰ سال یا ۸۵ سال کی

عمر میں وفات پائی۔

تنبیہ

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ جب جناب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضور ﷺ

نے انہیں فرمایا: "لا الہ الا اللہ کہہ دیں تاکہ میں اس کلمہ کے ساتھ آپ کی گواہی دوں گا۔" ابوطالب نے کہا تھا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہیں۔ اس کا ظاہر اس بات پر تقاضا کرتا ہے کہ ان کی وفات شرک پر ہوئی۔ میں نے بعض کتب میں حضرت عبدالمطلب کے بارے اختلاف پڑھا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ حالت اسلام میں وصال کر گئے کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ کی نبوت کے دلائل دیکھ لیے تھے۔ انہیں علم ہو گیا کہ آپ ﷺ توحید کے ساتھ ہی مبعوث ہوں گے۔

مسند داری اور سنن نسائی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "شاید آپ ان کے ساتھ کدی یا کرای (قبر) تک پہنچی تھیں۔" انہوں نے عرض کی: "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "اگر آپ ان کے ساتھ اس جگہ تک پہنچتیں تو جنت کو نہ دیکھتیں حتیٰ کہ اسے آپ کے والد گرامی کے دادا جان دیکھ لیتے۔" یہ ان کے عدم اسلام پر دلالت کرتی ہے۔

لیکن ابن سکین نے انہیں صحابہ کرام میں شمار کیا ہے کیونکہ انہوں نے ذکر کیا تھا کہ آپ ﷺ عنقریب مبعوث ہوں گے۔ جس طرح کہ بحیریٰ راہب، سیف بن ذی یزن، قس بن ساعدہ وغیرہم نے کہا تھا۔ پہلی وہ روایت گزر چکی ہے جسے حضرت ابن عباس نے ان سے روایت کیا ہے۔ حافظ نے الاصلہ میں ابن سکین کی گرفت نہیں کی۔ مگر انہوں نے حضرت عبدالمطلب کا تذکرہ چوتھی قسم میں کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کی ابتدا میں لکھا ہے "چوتھی قسم میں ان افراد کا تذکرہ کروں گا جنہیں غلطی یا وہم کی بنا پر صحابہ کرام میں شمار کیا جاتا ہے۔" ظاہر ہے کہ انہوں نے ان کا تذکرہ چوتھی قسم میں اس لیے کیا ہے کیونکہ انہوں نے بعثت کو نہیں پایا تھا۔ انہیں صحابہ میں کیسے شمار کیا جاسکتا تھا جیسے کہ سیف بن ذی یزن۔ وہ حضور پاک ﷺ کی ولادت باسعادت کے تین سال بعد مرا تھا۔ اگر وہ حضور ﷺ کی بعثت کا اقرار کر لیتا۔ اسے صحابہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ اس نے آپ ﷺ کو بعثت کے بعد نہیں دیکھا تھا بلکہ دیکھا ہی نہیں تھا۔ ابوطالب نے "الکنی" میں روز حشر آزمائش کا تذکرہ کرنے

کے بعد لکھا ہے ”ہمیں امید ہے کہ جناب عبدالمطلب اور ان کا خاندان اطاعت کریں گے اور رب تعالیٰ انہیں جنت عطا کر دے گا۔“

### ہاشم

یہ ”ہشم“ سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی توڑنا ہے۔ ان کا نام عمرو العلاء تھا۔ یہ تو عمر سے مشتق ہے۔ جس کا معنی بقاء ہے۔ اس معنی کو ابوالفتح نے البہج میں ذکر کیا ہے بطور دلیل ابی القمام کا یہ شعر پڑھا ہے:

یا رب زد من عمرہ فی عمری

واستوف منی یا الہی نندی

ترجمہ: ”اے میرے مولا! میری عمر میں سے اس کی عمر میں اضافہ فرما دے۔ مولا!

میری نذر کو پورا فرما۔“

روایت ہے کہ عیسیٰ بن عمر نے عمرو بن عبید سے پوچھا۔ ”تمہارا نام عمر کیوں رکھا گیا ہے؟“

انہوں نے کہا: عمر کا معنی بقاء ہے۔ رب تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے۔ ”ابن دحیہ نے کہا ہے

کہ قسم اٹھانے کے لیے صرف عمر استعمال ہوتا ہے۔“ ارشادِ ربانی ہے:

لَعَبْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْبَهُونَ ﴿۷۲﴾ (الحجر: ۷۲)

ترجمہ: ”(اے محبوب) آپ کی زندگی کی قسم یہ (اپنی طاقت کے نشہ میں) مست ہیں

(اور) بہکے بہکے پھر رہے ہیں۔“

ان کا لقب ہاشم تھا۔ کیونکہ انہوں نے اہل مکہ کو خرید کھلائی تھی۔ اہل مکہ کو سخت قحط سالی

نے آلیا۔ یہ فلسطین گئے وہاں سے بہت سا آٹا خریدا۔ کیک خریدے۔ انہیں لے کر مکہ معظمہ

آئے۔ اس کے بارے حکم دیا۔ اس کی روٹیاں پکائی گئیں۔ پھر اس نے اونٹ ذبح کیے۔

خرید بنائی۔ اہل مکہ کو کھلائی۔ حتیٰ کہ وہ مستغنی ہو گئے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے دو سفر شروع

کیے تھے۔ ایک سفر حبشہ کی طرف، دوسرا سفر شام کی طرف۔

رشاطی نے لکھا ہے ”قریش کی تجارت مکہ مکرمہ سے آگے نہ تھی۔ عجمی لوگ ساز و سامان میں ان سے بڑھ کر تھے۔ یہ عجمیوں سے سامان خریدتے تھے۔ ہاشم سوار ہو کر شام گئے۔ قیصر کے ہاں ٹھہرے۔ وہ ہر روز ایک بکری ذبح کرتے تھے۔ اسے ایک پیالے میں ڈالتے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کو بلاتے تھے۔ سارے مل کر کھاتے تھے۔ اس بات کا تذکرہ قیصر سے کیا گیا۔ اسے کہا گیا کہ اس جگہ قریش کا ایک شخص ہے جو روٹی کی خریدنا بنا رہا ہے۔ پھر اس پر شور بانڈیلتا ہے۔ اس پر گوشت رکھتا ہے۔ اہل عجم شور با پیالوں میں رکھتے تھے۔ پھر روٹی سے اسے کھاتے تھے۔ قیصر نے انہیں بلایا۔ قیصر نے ان سے گفتگو کی۔ ان کی گفتگو کو عجیب سمجھا۔ وہ انہیں پیغام بھیجتا رہا اور ان سے ملاقات کرتا رہا۔ جب انہوں نے بادشاہ کے دربار میں اپنا مقام دیکھا تو کہا: ”میری قوم عرب کے تاجر ہیں۔ اگر تم مناسب سمجھو تو مجھے ایک خط لکھ دو جو انہیں امن دے اور ان کی تجارت امن کے ساتھ ہو۔ وہ تمہارے پاس حجاز کے چمڑے اور کپڑے لے کر آئیں گے۔ ان کے لیے ممکن ہو گا کہ وہ انہیں تمہارے ہاں فروخت کریں۔ وہ تمہارے لیے سستے ہوں گے۔“ بادشاہ نے انہیں امان نامہ لکھ دیا۔ ہاشم نے وہ خط لیا۔ شام کے راستے میں جب بھی وہ کسی قبیلہ کے پاس سے گزرتے۔ وہ ان کے سرداروں سے معاہدہ کرتے۔ وہ انہیں کہتے کہ وہ اہل عرب کو اپنے ہاں راستہ میں اور اپنی زمین پر پناہ دیں۔ یہ راستہ کی امان تھی۔ ہاشم ایسے معاہدے کرتے کرتے مکہ معظمہ پہنچ آئے۔ اہل مکہ کو وہ امان نامہ دیا۔ وہ بڑا بابرکت تھا۔ پھر وہ بڑے کارواں کے ساتھ تجارت کے لیے نکلے۔ ہاشم بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ ان معاہدوں کو پورا کر رہے تھے جو ان کے اور اہل عرب کے مابین تھے۔ حتیٰ کہ وہ شام پہنچ گئے۔ اسی سفر میں وہ غزہ میں وصال کر گئے۔ اسی وجہ سے انہیں ہاشم کہا جاتا تھا۔ یہ مشہور وجہ تسمیہ ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ سے انہیں عرب میں ہاشم کہا جاتا ہو۔ اسی طرح قیصر کے پاس بھی انہیں ہاشم کہا جانے لگا۔

ان کا بھائی عبد شمس نجاشی کے پاس گیا۔ اس سے معاہدے کیے۔ نوفل کسریٰ کے پاس گیا۔ اس سے معاہدے کیے۔ مطلب حمیرا میں گیا اور ان سے معاہدے کیے۔ ہاشم،

عبد شمس، مطلب اور نوفل کو مجیزون کہا جاتا تھا۔ یہ سارے سردار بنے۔ ان کے بارے  
عبداللہ بن زبیری یا ان کے باپ نے کہا ہے:

يا ايها الرجل المحول رحله  
هلا نزلت بأل عبد مناف  
الآخذون العهد من آفاقها  
الراحلون لرحلة الايلاف  
والرائشون و ليس يوجد رائش  
والقائلون لهم للاضياف  
والمخالطون غنيهم بفقيرهم  
حتى يكون فقيرهم كالكافي  
عمرو العلاهشم الثريد لقومه  
سفر الشتاء و رحلة الايلاف

ترجمہ: ”اے وہ شخص جس نے اپنا کجاوہ الٹا کیا ہوا ہے۔ کیا تو آل عبد مناف کے ہاں  
نہیں اترا۔ جنہوں نے آفاق میں اپنے معاہدے کیے تھے۔ اور وہ اپنے عہد و  
پیمان کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ وہ اس وقت کھلاتے تھے جب کوئی کھلانے  
والا نہیں ہوتا تھا۔ وہ مہمان سے فرماتے تھے ”ادھر آؤ“ عمرو العلاء نے اپنی قوم  
کے لیے ثرید بنائی۔ وہ موسم سرما اور موسم گرما کا سفر کرتے تھے۔“

زبیر بن بکار نے ”المونقیات“ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے کہ زمانہ  
جاہلیت میں قریش احتقاد کیا کرتے تھے۔ احتقاد یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کے اموال  
ضائع ہو جاتے تو وہ بلند زمین کی طرف نکل جاتے۔ وہاں خیمے لگا لیتے۔ وہ ان میں چلے جاتے  
وہ اس سے خوف سے مر جاتے کہ ان کی مفلسی کا کسی کو علم نہ ہو۔ حتیٰ کہ ہاشم جو ان ہو گئے۔ اپنی  
قوم میں معزز ہوئے۔ انہوں نے کہا: ”اے قوم! عزت کثیر تعداد میں ہے۔ اب تم سارے

عرب سے زیادہ مالدار ہو گئے ہو۔ تعداد میں زیادہ ہو۔ اس احتقاد کے بارے میری ایک رائے ہے۔“ قریش نے کہا: ”آپ کی رائے درست ہوگی۔ ہمیں حکم دیں ہم سر تسلیم خم کریں گے۔“ انہوں نے کہا: ”میری رائے ہے کہ اپنے غریبوں کو امیروں کے ساتھ ملا دو۔ ایک غنی کے ساتھ غریب کو ملایا جائے۔ وہ موسم گرما اور موسم سرما کے سفروں میں اس کی مدد کرے۔ گرما کا سفر شام کی طرف اور سرما کا سفر یمن کی طرف ہوتا تھا۔ غنی کے پاس جو زائد مال ہو گا غریب اور اس کے اہل خانہ اس کے سایہ میں زندگی گزاریں گے۔ اس طرح یہ احتقاد ختم ہو جائے گا۔ لوگوں میں باہم الفت پیدا ہوگی۔“

بلاذری نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ”بخدا! قریش جانتے ہیں کہ جس ذات نے سب سے زیادہ معاہدے کیے تھے، اور کارواں کی اجازت حاصل کی تھی وہ ہاشم تھے۔ بخدا! قریش نے سفر کے لیے رسی نہ لی، حضر کے لیے اونٹ نہ بٹھایا مگر ہاشم کی وجہ سے۔“

ہاشم ایک مالدار شخص تھے۔ جب ذوالحجہ کا پہلا دن آتا وہ خانہ کعبہ کے ساتھ کمر لگاتے۔ وہ خطبہ دیتے ہوئے کہتے: ”اے گروہ قریش! تم نسب کے اعتبار سے سارے عرب کے سردا ہو۔ تم رشتہ داری میں عرب کے سب سے زیادہ قریبی ہو۔ تم بیت اللہ کے پڑوسی ہو۔ اس نے تمہیں اپنے مقدس گھر کانگراں بنایا ہے۔ ساری اولاد اسماعیل کو چھوڑ کر تمہیں اس کا پڑوس عطا فرمایا ہے۔ اس نے تمہاری اس سے بہترین حفاظت کی ہے جس طرح ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کی حفاظت کرتا ہے۔ تم اس کے مہمانوں کی تعظیم کرو۔ وہ دور دراز سے تمہارے پاس اس طرح آتے ہیں کہ ان کے سر گرد آلود ہوتے ہیں۔ وہ سارے شہروں سے دہلی پتلی اونٹنیوں پر آتے ہیں۔ وہ تھک جاتے ہیں۔ ان کا سامان ختم ہو گیا ہے۔ ان میں جو نیں پڑی ہوئی ہیں۔ انہیں اپنے پاس ٹھہراؤ۔ اور ان کی مدد کرو۔ اگر میرے پاس اتنا مال ہوتا جو یہ سب کچھ برداشت کر سکتا تو میں کافی ہو جاتا۔ میں اپنے مال میں سے حلال اور پاکیزہ مال نکالنے لگا ہوں جس سے نہ قطع رحمی کی گئی ہے، جسے نہ ظلم کرتے ہوئے چھینا گیا ہے،

نہ اس میں حرام کا عمل دخل ہے، جو اس طرح کرنا چاہے وہ ضرور کرے۔ میں تمہیں اس گھر کی حرمت کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میں ہر شخص بیت اللہ کے مہمانوں کے لیے ایسا مال نکالے جسے قلم کرتے ہوئے چھینا نہ گیا ہو۔ جس میں نہ قطع رحمی کی گئی ہو۔ نہ ہی غضب کیا گیا ہو۔“ سارے بنو کعب اس میں کوشش کرتے پھر اپنے اموال میں سے نکالتے۔ ہر گھر اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور بھیجتا کہ اہل ثروت ایک سو ہر قلیہ بھیجا کرتے تھے۔ وہ سامان ہاشم کے پاس لے کر آتے۔ وہ یہ سارا سامان دارالندوہ میں رکھ دیتے تھے۔

حضرت ہاشم ہر سال بہت سامال نکالتے تھے۔ وہ چشمہ زمزم کے پاس چمڑے کے حوض بنانے کا حکم دیتے تھے۔ یہ زمزم کی کھدائی سے پہلے کی بات ہے۔ پھر ان میں مکہ مکرمہ کے کنوؤں کا پانی ملایا جاتا تھا۔ وہ حاجیوں کو پلایا جاتا تھا۔ وہ حاجیوں کو ترویہ سے قبل مکہ میں، پھر منیٰ میں، پھر عرفات میں کھلاتے تھے۔ وہ ان کے لیے روٹی اور گوشت، روٹی اور گھی، روٹی اور کھجور کی ترویہ بناتے تھے۔ ان کو پانی پلاتے تھے۔ پھر لوگ اپنے شہروں میں چلے جاتے۔ ہاشم سارے لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور باجمال تھے۔ اہل عرب انہیں قدح النضار اور بدر کہتے تھے۔

ابوسعید نیاپوری نے لکھا ہے کہ ان کے چہرے پر نور نبوت دیکھا جاسکتا تھا۔ انہیں جو بھی دیکھتا تھا ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتا تھا۔ قیصر نے ان کی طرف پیغام بھیجا تا کہ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دے۔ کیونکہ اس نے انجیل میں ان کے اوصاف پڑھے تھے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

ہاشم کی اولاد میں نضلہ، عبدالمطلب، اسد، ابوصیفی، شفاء، خلدہ، رقیہ اور حبیبہ شامل ہیں۔ ان کے بھائی مطلب، عبدشمس، تماضر، فلاہ، نوفل، ابو عمرو عبید اور امیمہ ان کے بھائی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ہاشم اور عبدشمس جڑواں تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے پہلے پیدا ہوا۔ دوسرے قول کے مطابق پہلے ہاشم پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کی انگلی دوسرے کے جسم سے ملی ہوئی تھی۔ جب اسے جدا کیا گیا تو خون نکلا تو یہ کہا گیا: ”عنقریب ان

کے مابین خوزیری ہوگی۔“ ہاشم اپنے والد عبدمناف کے بعد سقایۃ اور رفادہ کے نگران بنے۔ امیہ بن عبدشمس نے ان سے حمد کیا۔

بلاذری نے ہشام بن محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ امیہ بن عبدمناف مالدار تھا۔ اس نے اس طرح بننے کی کوشش کی جس طرح ہاشم تھے۔ تاکہ وہ بھی قریش کو کھلائے مگر وہ عاجز آ گیا۔ مگر قریش نے اس پر کوتاہی کا عیب لگایا۔ وہ ناراض ہو گیا۔ اس نے ہاشم کے ساتھ فخر میں اس شرط پر مقابلہ کیا کہ ہارنے والا پچاس اونٹنیاں دے گا۔ جنہیں مکہ مکرمہ میں ذبح کیا جائے گا اور دس سال جلاوطن رہے گا۔ خزاعی کاہن ان کا ثالث تھا۔ یہ کاہن عسفان میں رہتا تھا۔ کاہن نے کہا: ”مجھے چمکنے والے تارے، تاباں چاند، برستے بادل، فضا میں منڈلاتے ہوئے پرندے کی قسم! نشیب و فراز کی قسم! ہاشم امیہ سے کارناموں میں سبقت لے گئے ہیں۔ وہ اول و آخر ہیں۔“ ہاشم نے وہ اونٹ لیے، انہیں ذبح کیا اور ان کا گوشت اہل مکہ کو کھلایا۔ امیہ شام کی طرف چلا گیا۔ وہاں دس سال ٹھہرا رہا۔ یہ پہلی عداوت تھی جو بنو ہاشم اور امیہ میں رونما ہوئی تھی۔ ہاشم نے بیس سال کی عمر میں یا پچیس سال کی عمر میں غرہ میں وصال کیا۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ درست موقف یہی ہے۔ بنو عبدمناف میں پہلے انہیں کا وصال ہوا۔ پھر عبدشمس نے مکہ میں وصال کیا۔ نوفل نے عراق کے راستے میں وفات پائی۔ سلمان کے مقام پر مطلب نے یمن کے راستے میں بردمان میں وفات پائی۔

### عبدمناف

امام سہیلی نے لکھا ہے: ”یہ اناف ینیف سے مفعول کے وزن پر ہے۔ اس کا معنی ہے بلند ہونا۔“ مفضل کہتے ہیں کہ الانافۃ الاشراف اور الزیادہ کو کہتے ہیں اسی وجہ سے ان کا نام عبدمناف پڑ گیا۔ اس کا نام مغیرہ تھا۔ یاء مبالغہ کے لیے ہے۔ یعنی وہ دشمنوں پر غیرت کھاتے تھے۔ یا یہ ”انار الجبل“ سے مشتق ہے۔ ”یہ بھی ممکن ہے کہ ہاء تانیث کی ہو۔ یہ مؤنث



کے وصف سے منقول ہو۔ ان کی کنیت ابو شمس تھی۔ والدہ کا نام جسی تھا۔ ان کے حسن و جمال کی وجہ سے انہیں قمر البطحاء کہا جاتا تھا۔

ان کو عبد مناف اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی ماں جسی بنت حلیل نے انہیں مناة کی خدمت کے لیے مختص کیا تھا۔ مناة ایک بہت بڑا بت تھا۔ ان کا نام عبد مناة پڑ گیا۔ پھر قصی نے دیکھا تو انہیں عبد مناة بن کنانہ کے ساتھ موافقت نظر آئی تو انہوں نے اسے عبد مناف کر دیا۔ یہ اپنے والد کی زندگی میں ہی سردار بن گئے۔ یہ قریش میں صاحب اطاعت تھے۔ شاعر نے ان کے بارے کہا ہے:

كانت قریش بیضة فتفلقت

فالبخ خالصه لعبد مناف

ترجمہ: ”قریش ایک انڈے کی مانند تھے جب اسے توڑا گیا تو اس کا مغز اور بخور  
عبد مناف تھے۔“

بلاذری نے حضرت زید بن اسم سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک لوٹھی دیکھی جو یہ شعر پڑھ رہی تھی:

كانت قریش بیضة فتفلقت

البح خالصه لعبد الدار

حضور ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ”کیا یہ شعر اس طرح ہے؟“ انہوں نے فرمایا: ”نہیں۔ عبد الدار کی جگہ عبد مناف ہے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسی طرح ہے۔“

### قصی

یہ قصا یقصور سے مشتق ہے۔ ان کا نام زید تھا۔ امام سہیلی کے نزدیک یہ قصی کی تصغیر ہے۔ امام رشاطی نے لکھا ہے۔ ان کو قصی اس لیے کہتے تھے کیونکہ ان کے والد کلاب بن مرہ نے فاطمہ بنت سعد بن یل سے نکاح کر لیا۔ اسی سعد کے بارے شاعر کہتا ہے:

ما ازی فی الناس طرا رجلا  
 حضر الباس کسعد بن سیل  
 فارس اضبط فیہ عسرۃ  
 اذا وافق القرن نزل  
 و تراہ یطرد الخیل کہا  
 یطرد الحر القطامی الحجل

ترجمہ: ”میں نے سارے لوگوں میں جو جنگ میں شریک تھے ان میں ایک شخص بھی ایسا نہیں دیکھا تھا، جو سعد بن سیل کی طرح کا تھا۔ وہ ایسا شہسوار تھا جو تنگی پر قابو پا لیتا تھا۔ جب وہ ہم پہلے بہادر سے ملتا تھا نیچے اتر آتا تھا۔ تم اسے دیکھتے کہ وہ گھڑسواروں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح مقامی شاہین چکور کو دور کرتا ہے۔“

اس سعد نے سب سے پہلے تلواروں کو سونے اور چاندی سے آراستہ کیا تھا۔ کلاب کے اس فاطمہ سے دو بچے پیدا ہوئے۔ زہرہ اور قصی۔ کلاب کی وفات کے وقت قصی چھوٹا تھا۔ فاطمہ نے ربیعہ بن حرام سے شادی کر لی۔ ربیعہ اسے اپنے ہمراہ لے گیا۔ اس وقت قصی چھوٹا تھا۔ فاطمہ نے ربیعہ سے رزاح کو پیدا کیا۔ یہ قصی کا والدہ کی طرف سے بھائی تھا۔ قصی نے ربیعہ کی آغوش میں پرورش پائی۔ اسے اسی لیے قصی کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے اپنے وطن سے دور پرورش پائی تھی۔ رشاطی کہتے ہیں ”زید اور ربیعہ کی اولاد میں فساد پیدا ہو گیا۔ اسے کہا گیا: ”تو اپنی قوم میں کیوں نہیں جاتا ہے۔ اجنبیت کی عار دلائی گئی۔ قصی تو ربیعہ ہی کو اپنا باپ سمجھتا تھا۔ وہ اپنی ماں کے پاس آیا۔ اسے ساری بات بتائی۔ اس نے کہا:

اے میرے لختِ جگر! تو نفس اور باپ کے اعتبار سے معزز ہے۔ تم کلاب بن مرہ کے فرزند ہو۔ تیری قوم بیت اللہ کے پاس رہتی ہے۔“ قصی نے چلے جانے پر اتفاق کر لیا۔ والدہ نے کہا: ”ذرا ٹھہر جاؤ حتیٰ کہ اشہر حرام آجائیں۔ تم عرب کے حاجیوں کے ساتھ چلے جانا۔ شہر حرام آیا تو وہ قضاہ کے حاجیوں کے ساتھ عازم سفر ہوا۔ مکہ مکرمہ پہنچا۔ حج کیا پھر وہیں ٹھہر گیا۔

قریش نے اس کی قدر و منزلت جان لی۔ اسے ریاست اور سرداری پر فائز کر دیا۔ قصی رائے کے اعتبار سے عمدہ، لہجہ کے اعتبار سے سچے اور سخاوت کے دھنی تھے۔ پاکیزہ دامن تھے۔ ان کو سب سے پہلا مال اس شخص کا ملا جو مکہ مکرمہ آیا۔ وہ بہت سے چمڑے لے کر آیا۔ اس نے انہیں بیچا۔ اس کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ اس کا کوئی وارث نہ تھا۔ اس نے یہ رقم قصی کو دے دی۔ اس وقت بنو خزاعہ اہل بطح کے والی تھے۔ قریش گھائیوں، پہاڑوں اور مکہ کے اطراف میں رہتے تھے۔ قصی نے خلیل بن حبشیہ کی نور نظر جی کو دعوت نکاح دی۔ حلیل نے ان کا نسب جان کر اپنی بیٹی کا نکاح قصی سے کر دیا۔ حلیل اس وقت کعبہ معظمہ کانگراں اور مکہ مکرمہ کے معاملات کا والی تھا۔

قصی اس کے پاس ٹھہرے رہے۔ جس سے ان کے ہاں اولاد ہوئی۔ جب ان کی اولاد پھیلی۔ ان کا مال کثیر ہوا شرف بڑھا تو حلیل مر گیا۔ اس نے خانہ کعبہ کی ولایت کی وصیت اپنی بیٹی جی کو کی۔ اس نے کہا: ”میں دروازہ نہ کھول سکتی ہوں نہ ہی بند کر سکتی ہوں۔ اس نے یہ منصب ابو غبشان بن حلیل کے سپرد کر دیا۔ اس کی عقل میں خلل تھا۔ قصی نے اس سے ایک مشکیزہ شراب اور جوان اونٹ کے بدلے خانہ کعبہ کی تولیت اس سے خرید لی۔ اس سے عرب میں یہ ضرب المثل مشہور ہو گئی ”سودہ میں ابو غبشان سے بھی زیادہ نقصان اٹھانے والا“ جب قصی نے خانہ کعبہ کی چابی لی تو بنو خزاعہ نے اس کا انکار کر دیا۔ انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ قصی اور قریش سے جنگ کریں گے اور انہیں مکہ مکرمہ اور اس کے ارد گرد سے نکال دیں گے۔ قصی نے اپنے بھائی رزاح بن ربیعہ سے مدد طلب کی۔

بنو صوفہ لوگوں کو عرفات سے حج کراتے تھے۔ جب وہ منیٰ سے نکلتے تھے تو لوگوں میں سے کسی کو بھی نکلنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ جب تک وہ کنکریاں نہ مارتے تھے کسی کو کنکریاں مارنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اس سال بھی بنو صوفہ نے اسی طرح کیا جس طرح وہ پہلے کرتے تھے۔ قصی قریش، کنانہ اور قضاعہ کے ہمراہ عقبہ کے پاس آئے۔ انہوں نے بنو صوفہ سے کہا: ”ہم اس منصب کے تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ قصی نے ان کے ساتھ جنگ کی۔ بہت

خوزیز جنگ ہوئی۔ فریقین کے بہت سے لوگ کام آئے۔ صوفہ کو شکست ہوئی۔ قصی نے ان سے یہ منصب چھین لیا۔ بنو خزیمہ اور بنو بکر قصی سے ڈرنے لگے۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ قصی عنقریب انہیں بھی اسی طرح روک دے گا جس طرح اس نے بنو صوفہ کو روکا ہے۔ عنقریب وہ ان کے اور مکہ مکرمہ کے معاملات کے مابین حائل ہو جائے گا۔ انہوں نے قصی کے ساتھ جنگ کرنے پر اتفاق کر لیا۔ خزاعہ اور بنو بکر نکلے۔ انہوں نے قصی کے ساتھ جنگ کی۔ سخت قتال ہوا۔ پھر انہوں نے صلح کی طرف دعوت دی کہ وہ عرب میں کسی شخص کو ثالث بنا لیں۔ انہوں نے یعمر بن عوف کو ثالث بنا لیا۔ یہ شداخ کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے ان کے مابین یہ فیصلہ کیا کہ قصی کعبہ معظمہ اور مکہ مکرمہ کی ولایت کا خزاعہ سے زیادہ مستحق ہے۔ جو لوگ قریش نے خزاعہ کے قتل کیے ہیں ان کا خون رائیگاں ہے۔ وہ قدموں کے نیچے ہے۔ جو خزاعہ اور بنو بکر نے قریش کے لوگوں میں سے جو قتل کیے ہیں ان کی دیت ہوگی۔ انہوں نے پانچ سو بیس افراد کی دیت دی۔ تیس زخمیوں کی بھی دیت دی۔ وہ قصی اور خانہ کعبہ کے امور کے مابین سے ہٹ گئے۔ یعمر کو اسی لیے الشداخ کہا جانے لگا۔

قصی خانہ کعبہ اور مکہ مکرمہ کے امور کے والی بن گئے۔ وہ اپنی قوم کو لے کر مکہ مکرمہ آیا اور انہیں اپنے گھر میں بسا دیا۔ انہوں نے قصی کو اپنا سردار بنا لیا۔ اس وقت حرم کعبہ میں کوئی گھرنہ تھا۔ قریش اس میں ٹھہرے رہے۔ رات کے وقت وہ باہر نکل جاتے۔ وہ اس میں کوئی جرم کرنا حلال نہیں سمجھتے تھے۔ وہاں پرانا گھرنہ تھا۔ جب قصی نے قریش کو جمع کیا۔ قصی سارے عرب سے زیرک انسان تھے۔ انہوں نے قریش سے کہا: ”کیا تم سارے حرم کعبہ کے ارد گرد جمع نہیں ہو جاتے۔ بخدا! اہل عرب تمہارے ساتھ جنگ کرنا حلال نہیں سمجھتے نہ ہی تمہیں وہ مکہ مکرمہ سے نکال سکتے ہیں۔ ہمیشہ کے لیے عرب کے سردار بن جاؤ۔“ قریش نے کہا: ”تم ہی ہمارے سردار ہو۔ ہماری رائے تمہاری رائے کے تابع ہے۔“ قصی نے قریش کو جمع کیا اور وقت صبح انہیں خانہ کعبہ کے ارد گرد لے آیا۔ قصی ہی پہلے شخص تھے جن کو بنو کعب میں سے سب سے پہلے ملک ملا۔ ان کی قوم نے ان کی اطاعت کی۔ ان کے پاس حجابہ، سقایہ، افادہ،

ندوہ اور لواء کا منصب تھا۔ انہوں نے مکہ مکرمہ کے سارے منصب حاصل کر لیے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی قوم کو جمع کیا تھا اس لیے انہیں مجمع کہتے تھے۔ شاعر کہتا ہے:

و ابو کم قصی کان یدعی مجبعا  
به جمع الله القبائل من فھر  
و انتم بنو زید و زید ابو کم  
به زیدت البطحاء فخر ا علی فخر

ترجمہ: ”قصی ہی تمہارے باپ تھے جنہیں مجمع کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے فہر کے متفرق قبائل کو جمع کر دیا۔ تم بنو زید ہو۔ زید ہی تمہارا باپ ہے۔ بطحاء نے ان کے ذریعے فخر پر فخر حاصل کر لیا۔“

قصی نے دارالندوہ تعمیر کیا۔ الندوہ لغت میں اجتماع کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ قریش مشاورت کے لیے اس حویلی میں جمع ہوتے تھے۔ قریش کی کسی عورت کا نکاح نہ کیا جاتا، نہ کوئی مرد نکاح کرتا، نہ ہی وہ کسی معاملہ کے بارے مشاورت کرتے مگر یہ سارے امور دارالندوہ میں طے پاتے تھے۔ جنگ کے لیے جھنڈا بھی اسی حویلی میں باندھا جاتا تھا۔ قصی یا ان کا کوئی بیٹا یہ جھنڈا باندھتا تھا۔

ابو عبیدہ نے لکھا ہے کہ جب قصی مکہ مکرمہ کے معاملات کے والی تھے تو انہوں نے کہا: ”اے گروہ قریش! تم رب تعالیٰ اور اس کے مقدس کے پڑوسی ہو۔ اس کے اہل حرام ہو۔ حاجی اور بیت اللہ کی زیارت کرنے والے رب تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ مہمان کی عزت و توقیر کرنا گویا کہ رب تعالیٰ کی عزت و توقیر کرنا ہے۔ تم عطیات دو۔ ان کے لیے کھانے اور پینے کا بندوبست کرو حتیٰ کہ وہ واپس لوٹ جائیں۔ اگر میرے پاس اتنا مال ہوتا تو میں سارے امور خود ہی کر گزرتا۔“ انہوں نے قریش پر خراج مقرر کیا۔ اور وہ دودھ کا انتظام کرتے تھے۔ وہ مکہ مکرمہ اور عرفات میں یہ انتظامات کرتے تھے۔ پھر یہ معاملہ اسی طرح رہا حتیٰ کہ اسلام کا سورج طلوع ہو گیا۔

امام سہیلی نے لکھا ہے: ”قصی لوگوں کو حوضوں سے پلاتے تھے۔ میمون اور دیگر کنوؤں کا پانی ان میں لایا جاتا تھا۔ یہ عجول کنواں کھودنے سے پہلے کی بات ہے۔“

بلاذری نے لکھا ہے کہ قریش قصی سے پہلے اس کنویں کا پانی پیتے تھے جسے لوی بن غالب نے مکہ مکرمہ سے باہر کھودا تھا۔ وہ حوضوں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر پانی کے ذخیروں اور اس کنویں کا پانی استعمال کرتے تھے جسے کعب بن مرہ نے عرفہ کے پاس کھودا تھا۔ قصی نے بھی ایک کنواں کھودا جسے عجول کہا جاتا تھا، یہ پہلا کنواں تھا جسے قریش نے مکہ مکرمہ میں کھودا تھا۔ اسی کے بارے رجاز الحاج کہتا ہے:

نروی من العجول ثم نطلق  
ان قضیا قد وفی و قد صدق  
بالشبع للناس وری مغتبق  
ترجمہ: ”ہم پہلے عجول کا پانی پیتے تھے۔ پھر ہم چلے گئے۔ قصی ایک باوفا سچے انسان تھے۔ لوگ اس کنویں سے سیر ہوتے تھے اور شام کے وقت خوب سیراب ہوتے تھے۔“

ایک اور شاعر نے لکھا:

آب الحجيج طاعمين دسماً  
اشبعهم زيد قصی لحماً  
و لبنا محضاً و خبزاً هشياً  
ترجمہ: ”حاجی گوشت چکھتے ہوئے لوٹ آتے۔ زید قصی انہیں گوشت سے سیر کرتے۔  
خالص دودھ پلاتے اور روٹی کی ٹرید کھلاتے۔“

روایت ہے کہ قصی نے اپنے بڑے بیٹے سے کہا تھا: ”جس نے کسی کھینے کی عزت کی وہ اس کی کھینگی میں شریک ہو گیا۔ جس نے کسی قبیح چیز کو عمدہ سمجھا وہ بھی اس میں شریک ہو گیا۔ عزت سے جس کی اصلاح نہیں ہوتی ذلت اس کی اصلاح کر دیتی ہے۔ یہ جسم کی دوا ہے۔“

جس نے اپنی قدر سے زیادہ مانگا اسے محروم کر دیا گیا۔ حاسد تیرا چھپا دشمن ہے۔  
 قصی نے سب سے پہلے مزدلفہ میں آگ جلانی تاکہ عرفات سے نکلنے والا اسے دیکھ  
 لے۔ انہوں نے اپنے مناصب اپنی اولاد میں تقسیم کر دیے۔ عبدمناف کو سقایہ اور ندوہ دیا۔  
 اس میں نبوت اور ثروت تھی۔ اس نے عبدالدار کو حجابہ اور لواء کا منصب دیا۔ عبدالعزیٰ کو  
 رقادہ اور ضیافہ دیا۔ وہ اس کے حکم سے ہی اس میں تصرف کرتے تھے۔ قصی کی وفات مکہ  
 مکرمہ میں ہوئی۔ انہیں الحجون میں دفن کیا گیا۔ اس کے بعد لوگ الحجون میں دفن ہونے  
 لگے۔ ان کی قوم کے معاملات ان کی اولاد نے سنبھال لیے۔

### کلاب

اس کے جمع ہونے کی دو وجوہات ہیں:

❖ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ یا تو مصدر ہے جو مکالبہ کے معنی میں ہے۔ یا یہ کلب کی جمع

ہے کیونکہ اہل عرب کثرت کا ارادہ کرتے تھے جس طرح وہ سباع اور انمار نام رکھ لیتے تھے۔

❖ روایت ہے کہ یہ ثکار کے دلدادہ تھے۔ جس کی وجہ سے کتوں سے بھی پیار کرتے تھے۔

ان کے پاس بہت سے کتے ہوتے تھے۔ جب بھی یہ اپنے کتوں کو لے کر اپنی قوم

کے پاس سے گزرتے تو وہ کہتے ”یہ کلاب بن مرہ ہیں“ ان کا یہی لقب مشہور ہو گیا۔

ابوقیش اعرابی سے کہا گیا: ”تم اپنے بچوں کے برے نام کیوں رکھتے ہو۔ مثلاً کلاب،

دب وغیرہ اور اپنے غلاموں کے اچھے نام کیوں رکھتے ہو۔ مثلاً مرزوق، رباح وغیرہ۔ انہوں

نے کہا: ”ہم اپنے بچوں کے نام اپنے دشمنوں کے لیے اور اپنے غلاموں کے نام اپنے

لیے رکھتے ہیں۔“ یعنی ان کے بیٹے دشمن سے لڑنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ ان کے گلوں پر

تیر مارتے تھے اس لیے وہ ان کے لیے ایسے نام پسند کرتے تھے۔

ابن دجیہ نے لکھا ہے: ”جب کسی شخص کا اپنے ہم پلہ شخص کے ساتھ جھگڑا ہو جاتا تو وہ کہتا

”اے کتے! اے درندے! اے چلتے! اے عقلمہ! باہر نکل۔“ ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنے

بیٹوں سے برائی دور رکھنے کے لیے ایسے نام رکھتے تھے۔ ان کا نام حکیم یا مہذب یا عروہ تھا۔  
 محب بن شہاب نے کہا ہے کہ پہلا قول درست ہے۔ ایک عربی کہتا ہے:

حکیم بن مرہ سادی الوزی

بینذل النوال و کف الاذی

ترجمہ: ”حکیم بن مرہ دنیا کا سردار عطیات دے کر اور تکلیف دور کر کے بنا۔“

ان کی کنیت ابو زہرہ تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے آراستہ تلواریں بیت اللہ کے لیے وقف کیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قصی کے نانا سعد بن میل نے سب سے پہلے تلواروں پر سونا اور چاندی چڑھایا۔ اس نے کلاب بن مرہ کے ہاں دو آراستہ تلواریں بھیجیں۔ انہوں نے انہیں خانہ کعبہ کے خزانہ میں رکھ دیا۔ ان کی والدہ کا نام ہندیا نعم بنت سریر تھا۔ بلاذری نے پہلی عورت کو ان کی والدہ قرار دیا ہے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ قصی، زہرہ۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ کے اجداد میں شامل ہیں۔

حافظ نے لکھا ہے کہ اہل نسب کے ہاں معروف یہ ہے کہ زہرہ مرد کا نام ہے۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ یہ عورت کا نام ہے۔ مگر یہ قول ہشام بن کلثوم نے مردود کر دیا ہے۔ زہرہ کا نام مغیرہ تھا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ جو کچھ ابن قتیبہ نے لکھا ہے وہ معروف نہیں ہے۔

### مرۃ

اس نام کے بارے کئی اقوال منقول ہیں:

❖ یہ حنظلہ اور علقمہ کے وصف (تلخی) سے منقول ہے۔ لوگ اکثر یہ نام رکھتے تھے۔ تاء تانیث کے لیے ہے۔

❖ یہ آدمی کے وصف ”المرارة“ سے مشتق ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ تمیم بن مرہ اس قول کو تقویت دیتا ہے۔ تاء مبالغہ کے لیے ہے۔

❖ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ میرا گمان ہے کہ یہ جزوی بوٹیوں کے ناموں میں سے ہے کیونکہ



ابوحنیفہ نے لکھا ہے کہ مرہ ایک سبزی ہے جسے کاٹا جاتا ہے اور سرکہ کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ ہند بام کے ساتھ اس کے پتے ملتے جلتے ہیں۔

یہ قوت سے ماخوذ ہے جس طرح کہ ارشادِ ربانی ہے:

ذُو مِرَّةٍ ط (النجم: ۶)

ترجمہ: ”بڑے دانا۔“

یہ مزاشی سے مشتق ہے۔ جب کسی چیز کی تلخی شدید ہو جائے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَالسَّاعَةُ أَذْهَى وَأَمْرٌ ط (القمر: ۴۶)

ترجمہ: ”اور قیامت بڑی خوفناک اور تلخ ہے۔“

ان کی کنیت ابو یقظہ تھی۔ ان کے تین فرزند تھے۔ کلاب، تمیم، یقظہ۔ اس کے نام پر ان

کی کنیت تھی۔ تمیم حضرت ابو بکر صدیق اور طلحہ بن عبید اللہ کا قبیلہ تھا۔ یقظہ سے بنو مخزوم تھے۔ ان کی ماں بارقہ تھی۔

## کعب

یہ کس سے منقول ہے۔ اس کے بارے کئی اقوال ہیں:

یہ مشکیزہ یا کسی برتن میں جم جانے والے مکھن کے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے۔ یہ زجاجی اور امام سہیلی کا قول ہے۔

یہ انسان کی ایرھمی (کعب) سے مشتق ہے۔ قوم میں ان کے شرف و قدر کی وجہ سے

انہیں کعب کہا جاتا تھا۔ ان کی ثابت قدمی کی وجہ سے زجاجی وغیرہ نے یہ قول اختیار کیا

ہے۔ کیونکہ اہل عرب کہتے تھے۔ ”ثَبَّتَ ثَبُوتَ الكَعْبِ“ امام سہیلی کا دوسرا قول

یہی ہے۔ انہوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے داستان سے یہ استدلال کیا

ہے۔ ان کے بارے روایت ہے کہ جس روز وہ شہید ہوئے اس روز وہ خانہ کعبہ کے

پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ منجنیق کا پتھر اس کے کان کے پاس سے گزرا مگر دائیں

بائیں متوجہ نہ ہوئے گویا کہ وہ قائم دائم ثابت قدم تھے۔

❖ یہ نیزہ کی گرہ (کعب) سے مشتق ہے۔ قوم میں ان کی عزت و شرف کی وجہ سے انہیں یہ نام دیا جاتا تھا۔ ان کی کنیت ابو حصیص تھی۔ ان کی والدہ کا نام معاویہ بنت کعب تھا۔ اہل عرب کے ہاں ان کی بڑی قدر و قیمت تھی۔ انہوں نے ان کے وصال کے دن سے تاریخ کا اجراء کیا۔ پھر عام الفیل سے تاریخ کا اجراء کیا۔ پھر حضرت عبدالمطلب کے وصال سے۔

امام سہیلی لکھتے ہیں۔ حضرت کعب نے ہی یوم العروہ کو لوگوں کو جمع کیا تھا۔ اسلام میں اسی دن کو جمعہ المبارک کے نام سے یاد کیا گیا۔ ایک قول کے مطابق انہوں نے ہی سب سے پہلے اسی دن کو جمعہ کہا تھا۔ "حب بن ہاشم نے دوسرے قول کو درست قرار دیا ہے۔ ابن حزم لکھتے ہیں "یوم الجمعة اسلامی نام ہے۔ یہ نام زمانہ جاہلیت میں نہیں تھا۔ یہ الجمع کا واحد ہے۔ اس میں لوگ نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ عبد بن حمید نے صحیح سند سے حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جمعۃ کے نزول سے قبل اہل مدینہ طیبہ جمع ہوئے۔ اس وقت ابھی حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف نہیں لائے تھے۔ اس لیے اسے جمعہ کہتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل بعد میں آئے گی۔"

کعب اپنی قوم کو اس روز جمع کرتے تھے۔ انہیں خطبہ دیتے تھے۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف نے کہا ہے کہ وہ کہتے تھے "غور سے سنو اور یاد رکھو۔ سمجھو اور سیکھ لو۔ رات پھیلنے والی ہے۔ دن روشن ہے۔ زمین بچھونا ہے آسمان عمارت ہے۔ پہاڑ کیل ہیں۔ بتارے نشانیاں ہیں۔ کسی چیز کو بے کار پیدا نہیں کیا گیا۔ ہم سے رخ موڑ لو۔ اگلے پہلوں کی طرح ہیں۔ مذکر مؤنث کی مانند ہے۔ جوڑا اور تنہا سب بوسیدہ ہو جائیں گے۔ صلہ رحمی کرو۔ اپنے عہد پورے کیا کرو۔ سسرال کا تحفظ کیا کرو۔ اپنے اموال کو ٹمراؤ اور کیا کرو۔ یہ تمہاری مروت کا سہارا ہیں۔ کیا تم نے کسی ہلاک ہونے والے کو واپس آتے دیکھا ہے۔ یا میت کو اٹھتے دیکھا ہے۔ ایک گھر تمہارے سامنے ہے یقین اس کے علاوہ ہے جو تم گمان کرتے ہو۔"

اپنے حرم کو مزین کرو۔ اس کی تعظیم بجا لاؤ۔ اس کو مضبوطی سے تھام لو۔ اس سے ایک عظیم خبر کا اظہار ہوگا۔ ایک نبی کریم ﷺ کا اس سے ظہور ہوگا۔ اسی لیے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تشریف لائے ہیں۔“ پھر کہتے:

نہار و لیل کل اوب بجات  
سواء علینا لیلها و نہارها  
علی غفلہ یاتی النبی محمد  
مخبر اخبار صدوقا خبیرھا

ترجمہ: ”شب و روز کا جدا جدا آنا ہمارے لیے برابر ہے۔ یہ شب و روز بدل بدل کر آتے ہیں۔ قوم غافل ہوگی جب حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائیں گے۔ وہ ایسے واقعات کی خبر دیں گے جن سے آگاہ کرنے والا سچا ہوگا۔“  
اگر میں اس وقت دیکھنے سننے والا ہوتا۔ ہاتھ اور پاؤں سلامت ہوتے تو میں اس وقت اونٹ کی طرح ثابت قدم اور جوان اونٹ کی طرح تیز چلتا۔“ پھر وہ یہ شعر پڑھتے:

یا لیتنی شاہد فحواء دعوتہ  
حین العشیرۃ تبغی الحق خدلاتا

ترجمہ: ”کاش! میں اس وقت موجود ہوتا جب یہ قبیلہ حق کو ناحق جھٹلانے کے لیے کوشاں ہوگا۔“

ان کی وفات اور حضور ﷺ کی بعثت کے مابین 560 سال ہیں۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے ”امابعد“ کہا تھا۔ ان کے تین بیٹے تھے۔

❖ مرہ ❖ حصیص۔ اسی پر ان کی کنیت تھی۔ ❖ عدی

لوی

یہ کس سے مشتق ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

❖ یہ "لائی" کی تصغیر ہے۔ پھر "اللائی" میں اختلاف ہے کہ وہ کیا ہے۔ ابن الانباری وغیرہ نے کہا ہے یہ جنگلی بیل کو "اللائی" کہا جاتا ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ گائے کو "اللائی" کہا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے ایک اعرابی کو یوں کہتے ہوئے سنا: "بکم لأیک ہذہ" امام سہیلی نے لکھا ہے کہ "اللائی" سست روی کو کہتے ہیں۔ یہ عجلت کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔

❖ یہ لواء الجیش سے مشتق ہے۔

❖ یہ "لوی الرمل" سے مشتق ہے۔

ان کی کنیت ابو کعب تھی۔ ان کے سات بیٹے تھے۔ کعب، عامر (یہ سہیل بن عمرو کا قبیلہ ہے) سامہ، (ان کی ماں ماویہ تھی) خزیمہ بن لوئی (عاندہ قریش کا قبیلہ تھا) سعد بن لوئی (یہ بنانہ کا قبیلہ تھا) حارث (یہ خشم کا قبیلہ تھا) خشم لوئی کا غلام تھا۔ انہوں نے اس کی پرورش کی۔ پھر ان پر یہ غالب آگیا، غوف۔ اس سے غطفان ہیں۔ اس کی ماں عاتکہ تھی۔

دوسرے قول کے مطابق سلمی بنت حارث تھی۔ لوی ایک حکیم اور دانا شخص تھے۔ وہ بچپن سے ہی حکمت آموز باتیں کرتے تھے۔

بلاذری نے روایت کیا ہے کہ لوی نے کہا: "کتنی نیکیاں بوسیدہ نہیں ہوتیں نہ گننام ہوتی ہیں۔ جب چیز گننام ہو جاتی ہے تو اس کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ جسے نیکی کا والی بنایا جاتا ہے اس کی نیکی پھیل جاتی ہے۔"

## غالب

یہ غلب سے اسم فاعل ہے۔ ان کی کنیت ابو تمیم تھی۔ ان کے صرف دو بیٹے تھے۔ لوی، تیم، یہ تیم الادرم کے نام سے معروف تھے۔ کیونکہ ان کے ایک جڑے میں نقص تھا۔ قریش میں دو تیم تھے۔ تیم بن مرہ اور تیم الادرم۔ یہ کاہن تھا اس کی ماں کا نام لیلی بنت حارث تھا۔

## فہر

یہ فہر سے مشتق ہے۔ طویل پتھر کو فہر کہا جاتا ہے۔ یہ امام سہیلی کا قول ہے۔  
خشتی نے کہا ہے ”یہ ایسے پتھر کو کہا جاتا ہے جو ہتھیلی کو بھر دے۔ یہ مؤنث اور مذکر استعمال ہوتا ہے۔

الاصمعی نے لکھا ہے ”جس نے فہر کو مؤنث کہا ہے اس نے خطا کی ہے۔“ ان کی کنیت ابو غالب تھی۔ ان کی والدہ کا نام جندلہ تھا۔ یہ اہل مکہ کے رئیس تھے۔ غالب، اسد، عوف، جؤن، ریص، حارث، بطن اور قیس ان کے بیٹے تھے۔

امام زہری نے انہیں ہی قریش کہا ہے۔

امام بیہقی نے یہ قول ان کی طرف منسوب کیا ہے۔

امام زہری نے کہا ہے: ”میں نے عرب کے نسب بیان کرنے والوں میں سے جسے

پایا ہے اسی طرح پایا ہے کہ اس نے کہا ”جو فہر سے متجاوز ہو اوہ قریش نہیں ہے۔“

امام شعبی، ہشام بن محمد کلبی، مصعب بن عبد اللہ کا یہی قول ہے۔ حافظ شرف الدین

دمیاطی نے اسے درست کہا ہے۔ حافظ ابوالفضل عراقی نے بھی اسے درست کہا ہے۔

حافظ صلاح الدین علانی نے کہا ہے کہ جمہور اہل نسب کا موقف یہی ہے۔ دوسرا قول یہ

ہے قریش بنو نضر بن کنانہ کو کہا جاتا ہے۔ یہ محمد بن اسحاق، ابو عبیدہ، معمر المثنیٰ، ابو عبیدہ قاسم بن

سلام اور امام شافعی وغیرہم کا قول ہے۔ حافظ صلاح الدین علانی نے کہا ہے: ”نظر صحیح یہی

ہے محققین نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ان

کے لیے حجت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں کندہ کے وفد میں آپ ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ ہم میں سے نہیں؟“ آپ ﷺ

نے فرمایا: ”ہم بنو نضر بن کنانہ ہیں۔ ہم اپنے آباء کی طرف نسب کو ترک نہیں کرتے۔ ہم اپنی

ماؤں کی طرف منسوب نہیں ہوتے۔“ اس روایت کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ علانی نے

کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ قریش بنو الیاس بن مضر ہے۔ اس قول کو الاستاذ ابو منصور عبد القادر بن طاہر نے لکھا ہے۔ اور اسے صحیح کہا ہے۔ ابو عمرو بن علاء، ابو الحسن الاخفش، حماد بن سلمہ، عبید اللہ بن حسن وغیرہ نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بنو مضر بن نزار کو قریش کہا جاتا ہے۔ اسے استاذ نے قتیبہ سے روایت کیا ہے۔ معمر بن کدام نے یہی روایت کیا ہے۔ حضرت حذیفہ بن یانی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ قصی بن کلاب کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے۔ یہ علامہ ماوردی اور ابن الاثیر وغیرہ کا قول ہے۔ مبرد کا بھی یہی قول ہے۔ لیکن ”النور“ میں ہے کہ یہ قول باطل ہے۔ گویا کہ یہ رافضیوں کا قول ہے۔ کیونکہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما قریش میں سے نہ ہوں۔ اگر وہ قریش میں نہ ہوں گے تو ان کی امامت باطل ہوگی۔ لیکن یہ مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے۔

قریش کو قریش کیوں کہا جاتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے:

◆ سمندر میں ایک بہت بڑا جانور ہوتا ہے جو سارے جانوروں سے قوی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے قریش کو قریش کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ کھاتا ہے لیکن اسے کھایا نہیں جاتا۔ وہ غالب آتا ہے لیکن اس پر غلبہ نہیں پایا جاسکتا۔ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت بتائی تھی جب انہوں نے اس کے متعلق پوچھا تھا۔ انہوں نے شاعر جمحی کے ان اشعار سے استدلال کیا تھا:

و قریش ہی التي تسكن البحر

بها سمیت قریش قریشا

سلطت بالعلو فی الحبة البحر

علی ساکنی البحور جیوشا

تاکل الغث والسمين  
ولا تترك يوما لذي الجناحين ريشا  
هكذا في العباد حتى قریش  
ياكلون البلاد اكلا كشيئا  
ولهم في آخر الزمان نبی  
يكثر القتل فيهم والنهبوشا  
تملاء الارض خيله و رجال  
يحشرون المطق حشر كبيشا

ترجمہ: ”قریش وہ جانور ہوتا ہے جو سمندر میں رہتا ہے۔ اسی وجہ سے قریش کو قریش کہا جاتا ہے۔ وہ سمندر کی گہرائی میں بننے والے سارے جانور پر غالب ہوتا ہے۔ وہ ہر کمزور اور موٹی چیز کو کھا جاتا ہے۔ وہ دو پروں والے جانوروں کا ایک پر بھی نہیں چھوڑتا۔ لوگوں میں قریش کی بھی یہی حالت ہے۔ وہ سارے شہروں کو اچھی طرح کھا جائیں گے۔ آخری زمانہ میں ان میں سے ایک نبی کریم ﷺ کا ظہور ہوگا۔ جو ان کے بہت سے لوگوں کو زخمی اور قتل کریں گے۔ وہ اپنے گھڑ سواروں اور پیادہ مجاہدین سے زمین کو بھر دیں گے اور اپنی سواروں کو تیزی کے ساتھ جمع کریں گے۔“ (ابن عساکر)

ابن شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے حضرت عمرو بن عاص سے پوچھا: ”قریش کو قریش کیوں کہا جاتا ہے؟“ انہوں نے کہا: ”قریش سے مراد وہ جانور ہے جو اپنی قوت سے سارے جانوروں کو کھا جاتا ہے۔“ محمد بن سلام نے یہی قول اختیار کیا ہے۔ علامہ انباری نے اسی ترجیح دی ہے۔ علامہ المطرزی نے اس جانور کے بارے لکھا ہے۔ یہ سمندری جانوروں کا بادشاہ ہے۔ اور سب سے طاقتور ہے۔ اسی طرح قریش بھی لوگوں کے سردار ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ انہیں قریش اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ تجارت کرتے تھے۔ لین

دین کرتے تھے۔ یہ قرش الرجل سے مشتق ہوگا۔ اس کا معنی لین دین کرنا اور تجارت کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تقریش سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ابھارنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی تزیین و تحسین ہے۔ علامہ زجاجی نے لکھا ہے ”لیکن یہ بعید ہے کیونکہ لغت میں تقریش کا معنی اکسانا ہے۔ اس کا معنی کلام کی تزیین و آرائش ہے ہی نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ تقریش سے مشتق ہے۔ جس کا معنی تفتیش ہے۔ کیونکہ وہ ضرورت مند کو ڈھونڈا کرتے تھے۔ پھر اس کی ضرورت کو پورا کر دیتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ قریش بن بدر بن یخلد کی وجہ سے انہیں قریش کہا جاتا ہے۔ بنو نضر کی دلیل ہے۔ عرب کہا کرتے تھے۔ ”قریش کا قافلہ آگیا۔ قریش کا قافلہ نکلا۔ یہ ابو عمرو کا قول ہے۔ ابن اسحاق کا قول اسی کی تائید کرتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ قریش کو قریش اس لیے کہا جاتا ہے کہ قصی نے انہیں اس وقت جمع کیا تھا جب وہ مکہ آئے تھے۔ تقرش کا معنی جمع کرنا ہے یہ قول بھی ابو عمرو کا ہے۔

قرش دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ بطاح، ظواہر۔ قریش البطاح وہ ہیں جو قصی کے ساتھ ابح مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ الظواہر وہ ہیں جو مکہ کے بالائی حصہ میں ٹھہرے رہے تھے۔ ابح میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ اس کی مزید تفصیل آئے گی۔ قریش کی طرف منسوب کو قرشی اور قریشی کہا جاتا ہے۔ جو علماء یہ کہتے ہیں کہ فہر قریش ہے پھر اس میں اختلاف ہے کیا پہلا اسم ہے اور دوسرا لقب ہے۔ یا اس کے برعکس ہے؟ زبیر وغیرہ نے کہا ہے کہ فہر لقب ہے اور ان کی والدہ نے ان کا نام قریش رکھا تھا۔ ان کے سات بیٹے تھے۔ غالب، حارث، اسد، عوف، ریث، جون، حارث۔ بیٹی صرف ایک جنزلہ تھی۔

## مالک

یہ مالک کا اسم فاعل ہے۔ اس کی جمع ملاک یا مالک آتی ہے۔ ان کی کنیت ابو حارث ہے۔ ان کی والدہ کا نام عاتکہ ہے۔ اس کا لقب عکرشہ بنت عدوان تھا۔ دوسرے قول کے مطابق اس کا نام عرابہ بنت سعد تھا۔ ان کا صرف ایک بیٹا فہر تھا۔ ان کی حکمت آموز باتوں میں سے



ہے۔ ”بہت سی صورتیں اپنے بارے معلومات کی مخالفت کرتی ہیں۔ وہ حسن و جمال سے دھوکا دیتی ہیں۔ ان کے افعال قبیح ہوتے ہیں۔ صورتوں سے اجتناب کرو۔ معلومات کی جستجو کرو۔“

### نضر

ان کا نام قیس تھا۔ حسن و جمال کی وجہ سے لوگ نضر کہتے تھے۔ سرخ سونے کو نضر کہا جاتا ہے۔ ان کی کنیت ابو یخلد تھی۔ مالک، یخلد، صلت ان کے بیٹے تھے۔ ان کی والدہ کا نام برة بنت مر تھا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ کنانہ نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس سے نکاح کر لیا تھا۔ اس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا تھا۔ یہ سابقہ شریعتوں کی وجہ سے سابقہ زمانہ میں مباح تھا۔ یہ محرمات میں سے نہیں ہوتی تھی۔ نہ ہی ان گناہوں میں تھا جن کا آغاز لوگوں نے کیا تھا۔ یہ امر نسب میں تھا۔ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا: ”میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، بدکاری سے نہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ (النساء: ۲۲)

ترجمہ: ”اور نہ نکاح کرو جن سے نکاح کر چکے تھے تمہارے باپ دادا مگر جو ہو چکا (اس سے پہلے سو وہ معاف ہے)۔“

یعنی اسلام سے قبل اس کی جو حلت گزر چکی ہے۔ اس استثناء کا فائدہ یہ ہے تاکہ حضور ﷺ کے نسب پاک پر عیب نہ لگایا جائے۔ تاکہ آپ کو علم ہو جائے کہ آپ کے نسب پاک میں کوئی فرد بھی ایسا نہیں جو بغاوت یا بدکاری کی وجہ سے پیدا ہوا ہو۔ قرآن پاک نے جن گناہوں سے بھی روکا ہے کسی میں بھی ”الا ما قد سلف“ کا انداز نہیں اپنایا۔ صرف اسی جگہ یہ فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَىٰ - (الاسراء: ۳۲)

ترجمہ: ”اور بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ۔“

اس میں ”الا ما قد سلف“ نہیں فرمایا۔ اسی طرح دو بہنوں کو جمع کرنے میں بھی

اسی طرح فرمایا۔ کیونکہ سابقہ شریعتوں میں دو بہنوں کو جمع کرنا جائز تھا۔ حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دو بہنیں راجیل اور لیا تھیں۔ ”الا ما سلف“ سے اسی مفہوم کی طرف توجہ دلانی گئی ہے۔ یہ نکتہ حضرت ابن عربی نے اخذ کیا ہے۔ ابو ربیع نے بھی کہا ہے کہ اہل عرب کی عادت یہ تھی کہ جب آدمی مر جاتا تھا تو اس کا بڑا بیٹا بعد میں اس کی بیوہ کو اپنے نکاح میں لیتا تھا۔ انہوں نے ”المورد“ میں لکھا ہے ”جب میں اس قول سے آگاہ ہوا تو میں طویل مدت غور و فکر کرتا رہا۔ کیونکہ یہ برہ خزیمہ بن مدرکہ کی بیوی تھی۔ اس کے بعد کنانہ بن خزیمہ نے اس سے نکاح کر لیا تھا۔ اس سے نصر بن کنانہ پیدا ہوئے۔ کیا حضور ﷺ کے نسب پاک میں اس طرح کا امر واقع ہو سکتا ہے۔ جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے جاہلیت کی بدکاری نے جہنم نہیں دیا، مجھے اسلام کے نکاح کی طرح کے نکاح نے جہنم دیا ہے۔“ ابن کلبہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی پانچ سو ماؤں کے نام لکھے ان میں سے کسی ایک میں بھی جاہلیت کا کوئی معاملہ نہیں پایا گیا تھا۔ پھر میں نے ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ کو دیکھا۔ انہوں نے اپنی کتاب ”الاصنام“ میں لکھا ہے ”کنانہ بن خزیمہ نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیوہ سے نکاح کر لیا۔ وہ برہ بنت ادھی۔ اس نے کنانہ کے لیے کوئی بچہ جہنم نہ دیا بلکہ وہ اس عورت کی بھتیجی تھی۔ جو کہ برہ بنت مرثی۔ کنانہ نے اس سے نکاح کیا تو نصر بن کنانہ پیدا ہوئے۔ بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے جب انہوں نے سنا کہ کنانہ نے اپنے باپ کی بیوہ سے نکاح کر لیا ہے کیونکہ ان دونوں عورتوں کے نام بھی ایک تھے۔ نسب بھی قریبی تھا۔ اسی سے یہ بات ہمارے مشائخ اور علماء نسب کے ہاں رائج پا گئی۔ معاذ اللہ! حضور ﷺ کے نسب پاک میں اس طرح کا ناپسندیدہ نکاح پایا جاتا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرا ظہور اسلام کے نکاح کی طرح کے نکاح سے ہی ہوتا رہا حتیٰ کہ میرا ظہور میرے والدین کریمین سے ہوا۔“ جس نے اس کے علاوہ کسی اور امر میں اعتقاد رکھا اس نے کفر کیا اور اس روایت میں شک کیا۔“

”الزھر“ میں جاحظ کا یہ کلام نقل کیا گیا ہے۔ اس میں ہے کہ برہ ادبن طانجہ کی بیٹی تھی

جس سے کنانہ نے نکاح کر لیا تھا۔ یہ وفات پاگئی۔ اس سے کوئی بچہ بھی پیدا نہ ہوا۔ پھر انہوں نے اس کے بعد اس کی بھتیجی برہ سے نکاح کر لیا۔ جس سے ان کی اولاد ہوئی۔ یہی درست قول ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ غلط ہے کیونکہ وہ حضور ﷺ کے اس فرمان سے متصادم ہے۔ ”رب تعالیٰ نے میرے کسی بھی والدین کو بدکاری پر جمع نہیں کیا۔“ یہ بالا جماع بدکاری ہے۔ آپ کے پاکیزہ نسب میں کوئی شخص بھی ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔ پھر انہوں نے لکھا ہے ”اسی سے سینوں میں ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ اس سے وسوسہ ختم ہو جاتا ہے۔ شک دور ہوتا ہے۔ اس کا شرارہ بچھ جاتا ہے۔“

میں کہتا ہوں ”جو بات جاہظ نے ذکر کی ہے وہ نفیس امور میں سے ہے۔ ہم نے پہلے نسب پاک کی جو طہارت بیان کی ہے وہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ امام سہلی نے علامہ زبیر کی اور علامہ زبیر نے علامہ کلبی کی اتباع کی ہے۔ اور علامہ کلبی سے بلاذری سے روایت کیا ہے۔ کلبی متروک ہے۔ اگر کوئی ثقہ روایت کرتا پھر بھی اس کا قول قبول نہ کیا جاتا کیونکہ زمانہ میں کافی بعد ہو چکا تھا۔ مشاہدہ بھی اس نے نہیں کیا تھا۔ اور یہ موقف اس طہارت نسب کے مخالف ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ علامہ زمخشری نے یہ لکھا ہے کہ آیت طیبہ میں استثناء تحریم میں مبالغہ کے لیے لائی گئی ہے۔ اباحت کے سارے دروازے بند کرنے کے لیے ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ اگر تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم اس سے نکاح کرو جو گزر چکا ہے تو اس سے نکاح کر لو۔ اس کے علاوہ تمہارے لیے کچھ بھی حلال نہیں۔ اس اعتبار سے مدعی کی نقیض کو معلوم کیا اور وہ حلت کو محال سے ثابت کرنا ہے۔ وہ گزشتہ سے نکاح کرنا ہے اور یہ محال ہوگا۔ اس وقت عدم حلت ثابت ہو جائے گی۔ بالخصوص جبکہ رب تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے۔ یہ فحش، ناپسندیدہ اور برار راستہ ہے۔ مگر دو بہنوں کو جمع کرنا اس کے برعکس ہے۔ اس میں بھی استثناء ہے۔ اسے فوراً بعد ذکر کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس سے پہلے جو کچھ ہو چکا ہے وہ معاف ہے۔ اس کے بعد رب تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۱۰۴﴾ (النساء: ۱۰۴)

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔“

یہ اس شعر کی طرح ہے:

ولا عیب فیہم غیر ان سیوفہم

بہن فلول من قراع الکتائب

ترجمہ: ”اس کے علاوہ ان میں کوئی عیب نہیں کہ ان کی تلواریں لشکروں کو لگنے کی وجہ سے کند ہو چکی ہیں۔“

شاعر نے شبہ ذم کے ساتھ مدح کو مؤکد کیا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر سیف میں دندانے پڑ جانا عیب ہے تو ان میں یہ عیب پایا جاتا ہے لیکن یہ عیب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کمال شجاعت ہے۔ اس طرح مجال کو معلق کر کے عیب کو ثابت کیا گیا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے۔

حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَبَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ط (الاعراف: ۴۰)

ترجمہ: ”جب تک نہ داخل ہو اونٹ سوئی کے ناکہ میں۔“

امام طیبی نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

### کنانہ

کیونکہ انہوں نے اپنی قوم کو اس طرح ڈھانپ رکھا تھا جس طرح ترکش نے تیروں کو چھپایا ہوتا ہے۔ زجاجی نے لکھا ہے کہ اہل عرب کا قول ہے ”قبل الرماء تملاء الکنائن“ ان کی کنیت ابونضر تھی۔ ان کی والدہ کا نام عوانہ بنت سعد تھا۔ ایک قول کے مطابق ہند بنت عمرو تھا۔ ابو عمر نے کہا ہے عامر عدوانی نے اپنی وصیت میں کہا ہے: ”اے میرے لخت جگر! میں نے کنانہ بن خزیمہ کو پایا وہ عمر رسیدہ تھے۔ عظیم شان کے مالک تھے۔ ان کے علم و فضل کی وجہ سے لوگ ان کی زیارت کے لیے آتے تھے۔ انہوں نے کہا: ”مکہ مکرمہ سے ایک نبی کریم ﷺ کے ظہور کا وقت آ گیا ہے جنہیں احمد (مجتبیٰ ﷺ) کہا جائے گا۔“

وہ رب تعالیٰ، نیکی، احسان اور مکارم اخلاق کی طرف دعوت دیں گے۔ تم ان کی اتباع کرنا۔ تمہاری عزت و شرف میں اضافہ ہو جائے گا۔“ ابو ربیع نے لکھا ہے ”کنانہ حجرے میں سوتے ہوئے تھے۔ انہیں کہا گیا: ”ابوالنضر! گھوڑوں، اونٹ، تعمیرات اور دائمی عزت میں کسی کو چین لو۔“ انہوں نے عرض کی: ”مولا! سب کچھ عطا فرما۔“ رب تعالیٰ نے یہ ساری چیزیں عنایت فرمادیں۔ ان کے بیٹوں کے نام ملکان، نضر، اور عمرو اور عامر تھے۔

### خزیمہ

یہ خزیمہ یا خزیمہ کی تصغیر ہے۔ خزیمہ کے بارے اختلاف ہے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ یہ ”خزیم“ کا واحد ہے۔ یہ ”دوم“ کی طرح کا ایک درخت ہوتا ہے۔ مگر یہ اس سے چھوٹا اور چوڑا ہوتا ہے۔ اس پر کھجور کی طرح کا پھل لگتا ہے۔ وہ پک کر سیاہ ہو جاتا ہے مگر یہ چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کے پتوں سے رسیاں اور ریشوں سے شہد کے خانے بنائے جاتے ہیں اس کا پھل انسان نہیں کھاتے مگر اسے کوئے بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ یہ ابوحنیفہ دینوری کا قول ہے۔

ایک قول کے مطابق مقل کے پتوں کو خزیمہ کہا جاتا ہے۔ یہ زجاج کا قول ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ خزیم سے مصدر مرہ ہے۔ اس سے مراد چیز کو باندھنا اور اس کی اصلاح کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اس خزیم سے مشتق ہے۔ جس کا معنی باندھنا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے ”شراك مخزوم ای مشکوک“ (زجاجی)

اگر یہ خزیمہ ہو تو اس سے مراد وہ کیل ہے جو اونٹ کے ناک میں ڈالی جاتی ہے جس سے نیل باندھی جاتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ حلقہ ہے جو اونٹ کے ناک میں ڈالا جاتا ہے۔ ان کی کنیت ابواسد تھی۔ ان کی والدہ کا نام سلمی بنت اسلم یا سلمی بنت اسد تھا۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ کنانہ، اسد، اسدۃ، عبداللہ۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ کا نام برہ بنت مر تھا۔ خزیمہ مکارم اخلاق اور

عمدہ اوصاف کے بلند درجہ پر فائز تھے۔ ان کے بارے ہی کہا گیا ہے۔

اما خزيمة فالبكارم جمة

سبقت اليه و ليس ثم عتيد

ترجمہ: ”سارے مکارم اخلاق خزیمہ میں تیزی کے ساتھ جمع ہو گئے۔ اور خونی خلق بھی باقی نہ رہا۔“

### مدرکہ

یہ ادراک سے اسم فاعل ہے۔ کلبی، بلاذری، ابو عبید اور ابن درید اور مبرد کے نزدیک ان کا نام عمرو تھا۔ رضی شاطبی نے تو مبالغہ کرتے ہوئے اس میں اجماع نقل کیا ہے۔ ابن اسحاق نے ان کا نام عامر رکھا ہے۔ ان کی کنیت ابو ہذیل یا ابو خزیمہ تھی۔ ان کے اس لقب کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان کے والد الیاس اور ان کے بیٹے مدرکہ، عمرو، عامر اور عمیر اور ان کی والدہ لیلیٰ بنت حلوان بارش اور گھاس کی تلاش میں نکلے۔ ایک خرگوش سے ڈر کر ان کے اونٹ بھاگ گئے۔ ابن سائب نے لکھا ہے کہ عمرو اونٹوں کے پیچھے نکلا۔ زبیر نے لکھا ہے کہ عامر نے اسے پالیا تھا۔ عامر یا زبیر کے نزدیک عمرو نے خرگوش شکار کر لیا۔ اس لیے اس کا نام طابخہ پڑ گیا۔ عمیر چھپ گیا۔ اسے قمعہ کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ تیز چال چلتی ہوئی آئی۔ خندقہ اس چال کو کہا جاتا ہے جس میں ڈور ہو۔ یہ چال عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ الیاس نے اسے کہا: ”این تخندفین“ اس کا نام خندف پڑ گیا۔

ابو محمد عبداللہ بطلیوس نے لکھا ہے ”عامر خرگوش کے پاس سے گزرا اسے مارا۔ اس کے بھائی نے کہا ”میں تمہارا شکار پکاتا ہوں۔ عمرو نے اسے پکایا۔ عامر اونٹوں کو لے آیا۔ انہوں نے یہ بات اپنے والد کو بتائی تو اس نے کہا:

ادرکت یا عامر ما اردنا

و انت ما ادرکت قد طبخنا

ترجمہ: ”اے عامر! جو ہمارا ارادہ تھا تم نے اسے پالیا۔ عمرو! تم نے پایا تو نہیں البتہ

شکار پکا لیا۔“

اے عمیر! تم نے برا کیا جو چھپ گئے تھے۔ قمعہ کی اولاد میں عمرو بن لُحی تھا جس نے دین

ابراہیمی کو تبدیل کیا تھا۔

## الیاس

یہ اس الیاس سے مشتق ہے جو امید کی ضد ہے۔ اسے امام سہیلی نے صحیح کہا ہے۔ ابن الانباری نے کہا ہے وصل اور ابتداء میں عمزہ قطعی ہے۔ اس کے مادہ اشتقاق میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ رجل الیس سے مشتق ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اتنا بہادر ہو کہ راہ فرار اختیار نہ کرے۔ علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ مجھے الاثرم نے ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے کہ ”الیاس“ سل اور کمزوری کو کہا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

هو الیاس او داء الھیام اصابنی

فایاک عنی لایکن بک مابیا

ترجمہ: ”یہ سل یا جنون عشق کا مرض ہے۔ مجھ سے دور رہو تا کہ تمہیں وہ مرض نہ لگ جائے

جو مجھے ہے۔“

یہ بھی ممکن ہے کہ اہل عرب کے قول ”فلان الیس“ سے مشتق ہو۔ یعنی وہ جنگوں میں

ثابت قدم، محکم اور پیش قدمی کرنے والا ہے۔ حجاج نے کہا:

الیس یمشی قدما اذا اذکر

ما وعد الصابر من خیر صبر

ترجمہ: ”وہ ثابت قدم ہے۔ جب اسے یاد آتا ہے کہ صبر کرنے والے نے کیا بھلائی کا

وعدہ کیا ہے تو وہ صبر کرتا ہے۔“

الاثرم نے لکھا ہے کہ الاسد الیس۔ بہادر شیر۔ الیس کی جمع الیاس ہے۔ مشہور یہ ہے کہ

ان کا نام الیاس ہے بعض نے لکھا ہے کہ ان کا نام حبیب تھا۔ کنیت ابو عمرو تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی والدہ سعد بن عدنان کی نسل میں سے تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ رباب بنت حیدہ تھی۔ (الطبری)

ایک قول یہ ہے کہ وہ حنفاء بنت ایاد تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ جرہمہ تھی۔ یہ ابن ہشام نے ذکر کیا ہے۔ مگر انہوں نے نام نہیں لکھا۔ ابن زبیر نے لکھا ہے کہ جب الیاس نے وہ برائیاں دیکھیں جو بنو اسماعیل نے اپنے آباء کے طور طریقوں میں پیدا کیں تھیں۔ جب الیاس کا فضل و کرم عام ہو گیا اور ان کا قبیلہ ان پر راضی ہو گیا تو انہوں نے بنو اسماعیل کو ان کے آباء کے طور طریقے پر واپس کیا۔ اہل عرب ان کی اس طرح تعظیم کرتے تھے جس طرح وہ حکیم لوگوں مثلاً لقمان کی عزت کرتے تھے۔ ابن دجیہ نے لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ کے وصی تھے۔ یہ باجمال اور حسین تھے۔

امام سہلی نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”الیاس کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو۔ وہ مؤمن تھے۔“ حج کے زمانہ میں ان کی صلب سے نبی کریم ﷺ کے بلیبہ پڑھنے کی آواز آتی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے بیت اللہ کی طرف قربانی کے جانور ہانکے تھے۔

### مضر

یہ علم اور عدل کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ یہ ان کا لقب اس لیے پڑ گیا کیونکہ جو بھی انہیں دیکھتا تھا وہ ان کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ امام قتبی نے لکھا ہے کہ مضر المضمیرہ سے مشتق ہے۔ دودھ سے جو چیز بنائی جائے اسے مضمیرہ کہتے ہیں۔ اس کی سفیدی کی وجہ سے ماضر کہا جاتا ہے۔ ان کا نام عمرو اور کنیت ابو الیاس تھی۔ ان کی والدہ سودہ بنت عک بن عدنان تھی۔ انہیں مضر الحمراء کہا جاتا تھا۔ کیونکہ اہل عرب سفید کو بھی احمر کہتے تھے۔ (امام سہلی) ابن جریر، ماوردی، زبیر، بلاذری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے باپ نزار کا وقت وصال آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی۔ ان کے بیٹے مضر،



ربیعہ، ایاد اور اغار تھے۔ ”یہ سرخ قبہ ہے یہ اور اس کا سامان مضر کے لیے ہے۔ یہ سیاہ خیمہ اور اس کا سامان ربیعہ کے لیے ہے۔ یہ خادم (شمطاء) اور یہ سامان ایاد کے یہ بیٹھنے کی جگہ اور تھیلی اغار کے لیے ہے۔ علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ انہوں نے گدھے کی بھی وصیت کی تھی۔ شاعر نے لکھا ہے:

نزار کان اعلم اذ تولی  
لای بنیہ اوصی بالکمار

ترجمہ: ”جب نزار والی بنے تو وہ جانتے تھے کہ کس بیٹے کے لیے انہوں نے گدھے کی وصیت کرنا ہے۔“

باپ نے کہا: ”تم پر یہ امر مشکل ہو جائے اور تقسیم میں اختلاف ہو جائے تو افعی جرمی کے پاس چلے جانا۔ یہ نجران میں رہتا تھا۔ جب نزار کا وصال ہو گیا اور اولاد پر تقسیم کا معاملہ مشکل ہو گیا تو افعی کی طرف گئے۔ جب وہ چل رہے تھے تو مضر نے چری ہوئی گھا س دیکھی۔ اس نے کہا: ”جس اونٹ نے اسے چرا ہے وہ کانا ہے۔“ ربیعہ نے کہا ”وہ لنگڑا ہے۔“ ایاد نے کہا: ”اس کی دم کٹی ہوئی ہے۔“ اغار نے کہا: ”وہ بھاگا ہوا ہے۔“ وہ تھوڑی دیر ہی چلے تھے کہ انہیں ایک شخص ملا۔ اس نے ان سے اونٹ کے متعلق پوچھا۔ مضر نے کہا ”وہ کانا ہے؟“ اس شخص نے کہا: ”ہاں۔“ ربیعہ نے کہا: ”وہ بھاگا ہوا ہے؟“ اس شخص نے کہا: ”ہاں۔“ ایاد نے کہا: ”اس کی دم کٹی ہوئی ہے؟“ اس شخص نے کہا: ”ہاں!“ انمار: ”وہ بھاگا ہوا ہے؟“ وہ شخص: ”ہاں! بخدا میرے اونٹ کے یہی اوصاف ہیں۔ اب مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟“ انہوں نے کہا: ”بخدا! ہمیں اس کے بارے کچھ علم نہیں۔“ اس شخص نے ان پر وہ اونٹ لازم کر دیا۔ اس نے کہا: ”میں تم سے جدا کیسے ہو سکتا ہوں حالانکہ تم نے میرے اونٹ کے سارے اوصاف بیان کر دیے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ چلا حتیٰ کہ وہ نجران آئے۔ افعی کے ہاں ٹھہرے۔ اونٹ والے نے افعی کو اپنا مقدمہ سنایا۔ اس نے کہا: ”یہ میرے اونٹ کے اوصاف مجھے بتاتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں: ”انہوں نے اسے نہیں دیکھا۔“ افعی: ”تم نے اونٹ کے اوصاف

کیسے بیان کر دیے، حالانکہ تم نے اسے دیکھا نہیں۔“ مضر نے اسے کہا: ”میں نے گھاس کو ایک طرف سے کھایا ہو ادیکھا تھا۔ دوسری طرف چھوڑی ہوئی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کانا ہے۔“ ربیعہ: ”میں نے دیکھا کہ اس کے ایک پاؤں کے نشانات واضح تھے جبکہ دوسرے کے نشانات غیر واضح تھے۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ لنگڑا ہے۔“ ایاد: ”میں نے دیکھا کہ اس کی مینگنیاں صحیح و سالم تھیں۔ اگر اس کی دم ہوتی تو مینگنیاں ٹوٹی ہوئی ہوتیں۔“ انمار: ”میں نے دیکھا کہ اس نے عمدہ گھاس چری تھی پھر اسے چھوڑ کر اس گھاس کی طرف چلا گیا تھا جو اچھی نہ تھی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ بھاگا ہوا ہے۔“ انہوں نے قسم اٹھائی کہ انہوں نے اسے نہیں دیکھا۔ افعی نے اس شخص سے کہا: ”یہ تیرے چور نہیں کسی اور کو تلاش کرو۔“ پھر ان سے پوچھا: ”تم کون ہو؟“ انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو اس نے انہیں مرحبا کہا۔ اس نے کہا: ”اتنے ذہین اور فطین ہو کر تم میرے محتاج کیسے ہو؟“ پھر وہ نکل گیا۔ اس نے ان کے لیے کھانا اور شراب بھیجی۔ انہوں نے شراب پی۔ مضر نے کہا: ”میں نے آج تک اتنی اچھی شراب نہیں پی۔ کاش یہ قبر پر نہ اُگی ہوتی۔“ ربیعہ: ”میں نے آج تک اتنا عمدہ گوشت نہیں چکھا۔ کاش اس نے کتے کا دودھ نہ پیا ہوتا۔“ ایاد: ”میں نے اس جیسا شخص نہیں دیکھا کاش! اسے غیر باپ کی طرف منسوب نہ کیا جاتا۔“ انار: ”میں نے آج تک ایسا کلام نہیں سنا جو ہمارے لیے اس قدر مفید ہو۔“ افعی نے ان کی باتیں سن لیں۔ پھر اس نے کہا: ”یہ شیاطین کیا کہہ رہے ہیں؟“ پھر وہ اپنی ماں کے پاس گیا۔ اس نے اسے بتایا: ”وہ ایک سردار کی بیوی تھی۔ میں نے ناپسند کیا کہ اس کی جائیداد ضائع جائے۔ میں نے ایک شخص سے بدکاری کی۔ جس سے تو پیدا ہوا۔ اس نے اپنے ملازم سے کہا: ”جو شراب تو نے ہمیں پلائی ہے اس کا معاملہ کیا ہے؟“ اس نے کہا: ”یہ اس انگور سے بنائی گئی ہے جو تیرے باپ کی قبر پر اُگی تھی۔“ اس نے چرواہے سے بکری کے بارے پوچھا تو اس نے کہا: ”اس بکری کو ہم نے کتیا کا دودھ پلایا تھا۔ کیونکہ اس کے علاوہ کچھ موجود نہ تھا۔“ مضر سے پوچھا گیا: ”تم نے شراب کے بارے کیسے جان لیا؟“ اس نے کہا: ”کیونکہ مجھے شدید پیاس لگی تھی۔“ ربیعہ سے پوچھا گیا: ”تم نے گوشت

کے بارے کیسے جان لیا تھا؟“ اس نے کہا: ”کیونکہ کتے کے گوشت پر چربی غالب نہیں ہوتی ہے جبکہ بکری کے گوشت پر چربی غالب ہوتی ہے۔“ ایاد سے پوچھا گیا: ”تجھے اس نے غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کا کیسا علم ہو گیا؟“ اس نے کہا: ”کیونکہ اس نے کھانا رکھا پھر ہمارے ساتھ نہ بیٹھا اس کی اصل میں کینگی تھی۔“

افعی نے کہا: ”اب مجھے اپنی داستان سناؤ۔ انہوں نے اپنی داستان سنائی۔ اپنا اختلاف بیان کیا۔ اس نے کہا: ”سرخ خیمہ اور اس کا مال مضر کے لیے ہے۔“ اسے دینار اور اونٹ مل گئے۔ اسے مضر الحمراء کہا جانے لگا۔ اس نے کہا: ”سیاہ خیمے میں جانور اور مال ربیعہ کے لیے ہے۔“ اسے گھوڑے مل گئے۔ اسے ربیعۃ الفرس کہا جانے لگا۔ اس نے کہا: ”شمطاء اور وہ مال (سفید اور سیاہ داغوں والے گھوڑے) ایاد کے لیے ہیں۔ اسے ایاد الشمطاء کہا جانے لگا۔ اس نے انمار کے لیے دراهم و دینار کا فیصلہ کیا۔ پھر وہ وہاں سے آگئے۔ محمد بن سائب نے کہا ہے: ”مضر نے سب سے پہلے حدی خوانی کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اونٹ سے گر پڑے۔ یہ جوان تھے۔ ان کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ انہوں نے ہائے ہاتھ ہائے ہاتھ کی صدا لگائی۔ اونٹ چراگاہ سے ان کی طرف آنے لگے۔ صحیح ہونے کے بعد انہوں نے حدی خوانی کی۔ ان کی آواز بہت خوبصورت تھی۔ بلاذری نے لکھا ہے: ”ان کے غلام کا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا۔ وہ چیخا تو اونٹ اس کے ارد گرد آنے لگے۔ اسی طرح حدی خوانی کا آغاز ہوا۔“ حدیث پاک ہے ”ربیعہ اور مضر کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو وہ دونوں مومن تھے۔“

ابن حبیب نے جمہور کے ساتھ حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”مضر کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو وہ ملت ابراہیمی پر تھے۔“ ابن حبیب نے جمہور کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ”ادد، عدنان، معد، ربیعہ، مضر، قیس، عیلام، تیم، اسد، ضبہ، خزیمہ کا وصال اسلام اور ملت ابراہیمی پر ہوا تھا۔“

مضر کی حکمت آموز باتوں میں سے ہے:

”جو شرکاشت کرتا ہے وہ ندامت کا ثما ہے۔ خیر کی بھلائی یہ ہے کہ اسے جلدی کی جائے۔“

”اپنے نفسوں کو مشکلات کا عادی بناؤ۔ اور بری باتوں سے ان کا رخ پھیر دو۔“  
 ”صلاح اور فساد میں صرف اتنا فرق ہے، جتنا دودھ والے جانور کو دو بارہ دوہنے میں۔“  
 الیاس اور الناس سے ان کے فرزند تھے۔ الناس سے مراد ہی عمیلان ہے علامہ بلاذری فرماتے ہیں مضر کے غلام نے اسے آغوش پرورش میں لیا تھا۔ اس لیے اس نے اس کا نام عمیلان رکھ دیا تھا۔ اس کے بیٹے کو قیس بن میلان بن مضر کہا جاتا تھا۔ یہی قیس بن الناس ہے۔ ان کی والدہ کا نام رباب تھا۔ علامہ جتوانی نے لکھا ہے۔ قیس سے مراد قیس بن عمیلان بن مضر کی اولاد ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں ”میلان قیس کی گود میں تھا۔ یہ اس کا بیٹا نہ تھا۔ عمیلان بن مضر کو قیس کہا جانے لگا۔ اسے اس کی طرف اس طرح منسوب کیا جانے لگا جس طرح قضاء میں سعد ہذیم کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ہذیم نے اس کی پرورش کی تھی۔ لیکن پہلی روایت درست ہے۔ ہمارے شیوخ کی وہی روایت ہے۔“

### نزار

ابوالفرج الاموی نے لکھا ہے کہ یہ نزار سے مشتق ہے۔ کیونکہ یہ یکتائے روزگار تھے۔  
 امام سہیلی لکھتے ہیں:

”یہ نزار سے مشتق ہے۔ اس کا معنی قلیل ہے کیونکہ جب ان کے والد نے اپنا بچہ دیکھا تو اسے وہ نور نظر آیا جو اس کی آنکھوں کے مابین تھا۔ یہ نور نبوت تھا جو اصلاب میں منتقل ہو رہا تھا۔ تو وہ بہت خوش ہوئے۔ بہت سا کھانا پکایا اور کھلایا۔ پھر کہا: ”اس بچے کے بارے میں یہ کھانا بہت قلیل ہے۔“ اس لیے ان کا نام نزار پڑ گیا۔“

امام ابوالحسن ماوردی نے لکھا ہے کہ نزار کا نام خلدان تھا۔ یہ قائد تھے۔ بادشاہوں کے ساتھ ان کے تعلقات تھے۔ یہ کمزور جسم والے تھے۔ ایران کا بادشاہ انہیں کہتا تھا ”اے نزار تمہیں کیا ہو گیا ہے؟“ ایران کی زبان میں نزار کا معنی کمزور ہے۔ ان کا یہی نام مشہور ہو گیا۔  
 علامہ محب ابن شہاب نے لکھا ہے ”یہ قول بہت غریب ہے“ ان کی کنیت ابوایاد تھی یا

ابوربیعہ تھی۔ ان کی والدہ کا نام معانہ بنت جوشم یا عنہ بنت جوشن تھا۔ یہ جرہمئہ تھی۔

### معد

اس کے مادہ اشتقاق کے بارے کئی اقوال ہیں:

❖ یہ مفعول کے وزن پر ہے یہ عدوت اشیٰ اعدہ عدا سے مشتق ہے۔ (ابن الانباری، زجاجی)  
 ❖ یہ فعل ہے "معد الرجل فی الارض" (جب انسان سفر کرے) سے مشتق ہے۔  
 اس قول کو زجاجی نے مختصر الزاھر میں اور امام سہیلی نے لکھا ہے۔ امام سہیلی نے معد فی الارض کا معنی زمین میں فساد کرنا کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "فعل کے وزن پر اسماء میں تضعیف ہوتی ہے۔ تضعیف اسماء میں وہ چیز شامل کر دیتی ہے جو ان میں نہیں ہوتی۔ جیسا کہ شمر، قشعریرہ وغیرہ۔"

❖ معد گھوڑے کی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سوار کی ٹانگیں ہوتی ہیں۔ امام سہیلی نے ابن الانباری سے روایت کیا ہے کہ معدین وہ جگہ ہے جہاں شہ سواروں کی ایڑی لگتی ہے۔ آخری دو قوموں کے مطابق یہ معد سے مشتق ہوں گے۔ اس کا معنی قوت ہے۔ معدہ بھی اسی سے مشتق ہے۔ زجاجی نے لکھا ہے۔ ممکن ہے یہ اہل عرب کے اس قول سے مشتق ہو "قد تمعد الرجل" جب آدمی قوی اور شدید ہو جائے تو اس طرح کہا جاتا ہے ابوافتح نے لکھا ہے جب بچہ مضبوط اور قوی ہو جائے تو کہا جاتا ہے "تمعد الغلام"۔ تمعد کا معنی گفتگو کرنا، عبادت گزار بننا اور بولنا ہے۔ الزاجر کہتا ہے:

ربیتہ حتی اذا تمعدا

وصار نہدا کالحصان اجردا

ترجمہ: "میں نے اس کی تربیت کی جب وہ مضبوط ہو گیا۔ وہ چھوٹے بالوں والے

گھوڑے کی طرح ہو گیا۔"

حضرت عمر فاروق نے بھی فرمایا ہے "اخشو شنوا و تمعدوا" ان کی کنیت

ابوقضائہ یا ابونزار تھی۔ ان کی والدہ مہد بنت الہبتم تھی۔ بعض نے لکھا ہے کہ وہ طسم سے تھی۔ بلاذری نے پہلا قول درست قرار دیا ہے۔ جب بخت نصر کا زمانہ آیا تو معد بن عدنان کی عمر ۱۲ سال تھی۔ امام طبری لکھتے ہیں ”رب تعالیٰ نے ارمیاء بن خلیقا کی طرف وحی کی کہ بخت نصر کے پاس جائیں۔ اسے بتائیں کہ میں نے اسے عرب پر تسلط عطا فرما دیا ہے۔ معد کو براق پر سوار کر لیں تاکہ انہیں کسی تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ میں ان کی پشت انور سے ایک نبی کریم ﷺ کا ظہور کروں گا۔ ان پر نبوت و رسالت ختم کروں گا۔“ انہوں نے معد کو براق پر سوار کرایا۔ انہیں سرزمین شام میں لے گئے۔ ان کی نشوونما بنو اسرائیل میں ہوئی۔ انہوں نے وہاں ایک عورت سے شادی کر لی جسے معانہ بنت جوشن کہا جاتا تھا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت ارمیاء حضرت معد کو عراق لے گئے تھے۔

علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ بخت نصر نے معد کو اس وقت قتل کرنے کا ارادہ کیا جب وہ عرب کے شہروں پر غالب آیا۔ اسے ایک نبی نے ڈرایا۔ اس وقت یہ بات مشہور تھی کہ نبوت ان کی اولاد میں ہوگی۔ بادشاہ نے انہیں باقی رکھا اور تکریم بجالایا۔

ابوزبیح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب بخت نصر عرب پر غالب آیا تو رب تعالیٰ نے دو فرشتے بھیجے۔ وہ معد کو اٹھا کر لے گئے۔ جب حالات پرسکون ہو گئے تو انہیں لے آئے اور انہیں تہامہ اتار دیا۔ یہ مکہ میں اپنے ننھال بنو جرہم کے پاس ٹھہر گئے۔ اس وقت بیت اللہ کے متولی جرہم تھے۔ یہ ان کے ساتھ ہی رہے۔ ان میں سے ہی ایک عورت سے نکاح کر لیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عدنان کو فرشتے اٹھا کر لے گئے تھے۔ ابوزبیح کہتے ہیں کہ پہلا قول صحیح ہے۔

معد کی اولاد میں اختلاف ہے۔ ابن حبیب نے لکھا ہے کہ ان کے ہاں سترہ بچے پیدا ہوئے۔ نو کی نسل نہ چلی، آٹھ کی نسل چلی۔ جن کی نسل چلی ان کے نام یہ ہیں: قضاعہ۔ یہ سب سے بڑے تھے۔ ان کا نام عمرو اور لقب قضاعہ تھا۔ کیونکہ یہ اپنی قوم سے دور چلے گئے تھے۔ نزار، ایاد اکبر، حیدان، عبید، جتید، سلیم، قنص۔

نزار کے علاوہ سارے یمن چلے گئے۔

امام طبرانی نے ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا۔ ”جب معد بن عدنان کی تعداد چالیس ہوگئی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور اسے خوفزدہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کرنا چاہی۔ رب تعالیٰ نے ان پر وحی فرمائی ”ان کے لیے بددعا نہ کریں۔ ان میں نبی امی نذیر اور بشیر پیدا ہوں گے۔ ان سے امت مرحومہ پیدا ہوگی۔ وہ محمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہوگی۔ وہ رب تعالیٰ سے تھوڑے سے رزق سے راضی ہو جائیں گے۔ رب تعالیٰ ان سے قلیل عمل سے راضی ہو جائے گا۔ صرف لا الہ الا اللہ کے کلمہ طیبہ کی وجہ سے رب تعالیٰ انہیں جنت عطا کرے گا۔ ان کے نبی محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ﷺ ہوں گے۔ وہ اپنی ہیبت کے باوجود متواضع ہوں گے۔ ان کے سکوت میں نرمی ہوگی۔ وہ حکمت سے باتیں کریں گے۔ حلم استعمال کریں گے۔ میں ان کا ظہور قریش کے بہترین قبیلہ سے کروں گا۔ وہ سراپا بھلائی خیر سے خیر کی طرف جائیں گے۔ ان کی امت بھی بھلائی کی طرف جائے گی۔“

حضرت مکحول سے روایت ہے کہ ضحاک بن معد نے بنو معد کے چالیس افراد کے ساتھ بنو اسرائیل پر حملہ کیا۔ انہوں نے صوف کی قمیصیں پہنی ہوئی تھی۔ ان کے گھوڑوں کی لگا میں کھجور کے ریشوں کی تھیں۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو قتل کیا۔ قیدی بنایا۔ فتح پائی۔ بنو اسرائیل نے کہا: ”موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام! بنو معد نے ہم پر حملہ کیا ہے۔ ان کی تعداد تھوڑی سی ہے۔ ان کی حالت اس وقت کیا ہوگی جب وہ کثیر ہوگی؟ ان کے لیے بددعا کریں۔“ حضرت موسیٰ نے وضو کیا۔ نماز پڑھی۔ پھر عرض کی: ”مولا! بنو معد نے بنو اسرائیل پر حملہ کیا ہے۔ انہیں تہ تیغ کیا۔ قیدی بنائے اور فتح پائی ہے۔ انہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں بنو معد کے لیے بددعا کروں۔“ رب تعالیٰ نے فرمایا: ”موسیٰ! ان کے لیے بددعا نہ کرنا۔ وہ میرے بندے ہیں۔ ان میں ایک نبی کریم ﷺ ہوں گے۔ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ میں ان کی امت سے محبت کرتا ہوں۔“ حضرت موسیٰ: ان کے لیے تیری محبت کتنی ہوگی؟“ رب تعالیٰ نے فرمایا: ”میں

ان کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف کر دوں گا۔“ حضرت موسیٰ: ”مولا! تو ان کی امت سے کس طرح محبت کرے گا؟“ رب تعالیٰ نے فرمایا: ”ان کا مغفرت طلب کرنے والا مجھ سے مغفرت طلب کرے گا، میں اسے معاف کر دوں گا۔ دعا مانگنے والا مجھ سے دعا مانگے گا، میں اس کی دعا قبول کر لوں گا۔“ حضرت موسیٰ ﷺ: ”مولا! مجھے ان میں سے بنا دے۔“ رب تعالیٰ نے فرمایا: ”آپ پہلے ہیں۔ وہ متاخر ہیں۔“

### عدنان

یہ عَدْنُ بِالْمَكَّانِ سے مشتق ہے جس کا معنی کسی جگہ قیام کرنا ہے۔ (ابن الانباری) ان کی کنیت ابو معدھی۔ انہوں نے سب سے پہلے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا۔ انہوں نے چمڑے کا غلاف چڑھایا تھا۔ ان کے ہاں معد، الدیث، ابی، العی، عدی پیدا ہوئے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ عدن کا شہر ان کی طرف ہی منسوب ہے (الزھر میں ہے کہ یہ کسی اور کی طرف منسوب ہے) ان کے ہاں حارث، المذہب (ضرب المثل ہے وہ مذہب سے زیادہ خوبصورت ہے) پیدا ہوئے۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ عدنان کی اولاد میں ”عک“ بھی تھا۔ لیکن ہم دو امور کی وجہ سے اس میں مخالفت کرتے ہیں:

❖ عک کے والد عدنان ابن عبداللہ بن الازد ہے۔ ابن معلیٰ نے کتاب الترقیص میں لکھا ہے کہ علماء کا یہی رجحان ہے۔

❖ اگر ابن اسحاق کا قول تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی عک عدنان کا صلی بیٹا نہیں۔ جیسے کہ کلبی اور بلاذری نے لکھا ہے۔ عک کا نام حارث بن دیت بن عدنان تھا۔

تنبیہ

جونب پاک پہلے گزر چکا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اس پر اتفاق ہے لیکن عدنان اور حضرت اسماعیل ﷺ تک کے نسب میں بہت اضطراب ہے۔ اتنا اختلاف ہے کہ اکثر علماء نے یہ نسب بیان کرنے سے اعراض کیا ہے۔ لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عدنان حضرت



اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ لیکن ان کے مابین اجداد میں اختلاف ہے۔ علماء نسب کا ان میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا موقف ہے کہ یہ نسب کسی کو معلوم ہی نہیں۔ انہوں نے ابن سعد کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور ﷺ صرف معد بن عدنان اد تک نسب بیان فرماتے تھے۔ پھر آپ ﷺ رک جاتے اور فرماتے ”آگے نسب بیان کرنے والے جھوٹ بولتے ہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”اگر رب تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو یہ بتانا چاہتا تو بتا سکتا تھا۔“ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہشام اور اس کا باپ متروک ہیں۔ امام سہلی نے لکھا ہے کہ یہ قول حضرت ابن مسعود کا ہے۔

دوسرے علماء فرماتے ہیں: ”یہ نسب معروف ہے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ عدنان اور حضرت اسماعیل کے مابین چار اجداد ہیں۔ کسی نے کہا کہ ان کے مابین سات، کسی نے آٹھ، کسی نے نو، کسی نے دس کسی نے پندرہ، کسی نے بیس، کسی نے تیس، کسی نے اڑتیس، کسی نے اکتالیس، کسی نے چالیس اور کسی نے اکتالیس اجداد بتائے ہیں۔ اس پر ابن جریر، ابن حبان اور ابن مسعود نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ تذکرہ کی قطعاً ضرورت نہیں۔“

حافظ لکھتے ہیں: ”ابن اسحاق نے جو کچھ لکھا ہے میرے نزدیک اس پر اعتماد کرنا بہتر ہے۔“ انہوں نے لکھا ہے ”ان میں سے بہتر روایت وہ ہے جسے طبرانی اور حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے حضور پاک ﷺ سے سنا۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”معد بن عدنان بن اود بن زند بن الیری بن اعراق الثری“ پھر آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

وَعَادًا وَثَمُودًا وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا ﴿٣٨﴾ (الفرقان: ۳۸)

ترجمہ: ”اور یاد کرو قوم عاد ثمود اور اصحاب الرس کو اور ان کثیر التعداد قوموں کو جو ان کے

درمیان گزریں۔“

انہیں رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”اعراق الثری سے مراد حضرت

اسماعیل علیہ السلام میں زند سے مراد اسمعیل ہیں۔“

اس روایت کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ طبرانی نے الصغیر میں ذکر کیا ہے۔ اس میں عبدالعزیز بن عمران ہے جسے امام بخاری نے ضعیف کہا ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ اود کے والد زند ہیں۔ امام دارقطنی نے لکھا ہے ہم اس روایت میں ہی زند کو جانتے ہیں۔ زند بن الجون ابو دلامہ شاعر ہے۔ جبکہ الیریٰ ایک درخت کو کہا جاتا ہے جس کی خوشبو بڑی عمدہ ہوتی ہے۔ الثریٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا لقب تھا۔ کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ہیں اور حضرت خلیل اللہ کو آگ نے چھواتا تھا۔ جس طرح آگ مٹی کو کچھ نہیں کہتی۔“

معد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں نہیں ہوں گے۔ حضور ﷺ اور عدنان کے مابین تقریباً بیس اجداد ہیں۔ یہ امر بعید از قیاس ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ کے مابین مدت تقریباً چھ سو سال بنتی ہے۔ اور اجداد کرام کی طویل عمروں کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ معد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوں۔ جن علماء نے کہا ہے کہ حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل کے مابین کثیر اجداد ہوں ان کا موقف یہ ہے کہ یہ بعید از قیاس ہے کہ حضرت معد حضرت روح اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوں اور ان کے مابین صرف چار یا پانچ اجداد ہوں۔ خواہ ان کی عمریں طویل ہوں۔

صحیح بات جو میں تحریر کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت معد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے تو پھر معتمد بات یہ ہے کہ ان کے اور حضرت اسماعیل کے مابین کثیر اجداد ہوں۔ اگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوں تو پھر معتمد بات یہ ہے کہ ان کے مابین قلیل اجداد ہوں۔“ حالانکہ پہلے یہ امر گزر چکا ہے کہ حضرت معد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر حملہ کیا تھا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے ”میرے نزدیک یہ روایت نہ تو اس روایت کے مخالف ہے جو اس سے قبل گزر چکی ہے اور نہ ہی یہ حضرت عمر فاروق کی روایت کے مخالف ہے کیونکہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے ممکن ہے کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد ابن الیریٰ بن اعراق الثریٰ اسی طرح ہو جس طرح آپ کا یہ فرمان ہے ”تم سب حضرت آدم کی اولاد ہو اور حضرت

آدم ﷺ کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی۔ اس سے مراد صمیم و غیرہ حضرت اسماعیل ﷺ کے صلبی بیٹے ہوں۔ اس روایت کی کوئی ایسی ہی تاویل کرنا پڑے گی۔ کیونکہ حضرت ابراہیم ﷺ اور حضرت عدنان کے مابین کتنی مدت ہے اس میں مؤرخین کا اختلاف نہیں۔ یہ مجال ہے کہ ان دونوں کے مابین صرف چار یا سات اجداد ہی ہوں۔ جس طرح ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے یا ان کے مابین دس یا بیس اجداد ہوں کیونکہ مدت کا تقاضا ہے کہ زیادہ اجداد ہوں۔ امام طبری نے لکھا ہے کہ بخت نصر کے زمانہ میں حضرت معد کی عمر بارہ سال تھی۔ "اگر آپ حافظ کے سابق کلام میں غور و فکر کریں گے تو امام سہلی کا جواب آپ کو مل جائے گا۔ علامہ جوانی نے لکھا ہے "نسب میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کے پاس کتابوں کا علم نہ تھا۔ جن کی طرف وہ رجوع کرتے۔ وہ صرف بعض بعض سے یاد کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اختلاف رونما ہوا ہے۔" جب آپ کو یہ علم ہو گیا ہے تو آنے والے اسماء میں درج ذیل فوائد ہیں:

❖ ابن درید نے لکھا ہے "عدنان کے بعد کے اسماء سریانی ہیں۔ ان کے مادۂ اشتقاق کی وضاحت نہیں کی جاسکتی۔"

❖ ابن مصری نے قصیدۂ سقر اطیسیہ جس کی سات بڑی بڑی جلدیں ہیں کی شرح میں لکھا ہے "یہ اسماء عجیبی ہیں۔ ان میں جن اسماء کے حروف چار یا اس سے زائد ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ غیر منصرف ہیں۔ ان کے اسباب عجمہ اور تعریف ہیں۔ جن کے حروف تین ہیں: اگر ان کا وسط متحرک ہو تو وہ غیر منصرف ہیں۔ اگر وہ ساکن الوسط ہوں تو وہ منصرف ہیں جیسے نوح وغیرہ۔"

❖ حافظ نے حضرت ابراہیم ﷺ تک نسب لکھنے کے بعد لکھا ہے "جمہور اہل نسب اور اہل کتاب میں کوئی اختلاف نہیں۔ صرف اسماء کے نقطوں میں اختلاف ہے۔ ابن حبان نے اپنی تاریخ کی ابتداء میں اس کے برعکس لکھا ہے وہ شاذ ہے۔ ابن درید نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم ﷺ سے لے کر حضرت آدم ﷺ تک نسب صحیح ہے۔ اس میں اختلاف نہیں۔ کیونکہ تورات میں یہ نسب مذکور ہے۔ ان کی عمروں کا بھی تذکرہ ہے۔"

علامہ جوانی نے مقدمہ میں لکھا ہے: ”حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کا نسب صحیح ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں سوائے آباء کے اسماء کے۔ وہ دیگر زبانوں میں منتقل ہونے کی وجہ سے ہے۔“

❖ حضرت آدم تک نسب پاک چلانے میں کراہت کے بارے علماء کا اختلاف ہے۔ ابن اسحاق اور ابن جریر نے جواز بیان کیا ہے۔ حضرت امام مالک سے اس شخص کے بارے پوچھا گیا جو نسب پاک کو حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرتا ہے تو انہوں نے اسے ناپسند فرمایا۔ ان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک نسب بیان کرنے کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے اسے بھی ناپسند فرمایا۔ انہوں نے کہا: ”اس شخص کو کون بیان کرتا ہے۔ انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے نسب بیان کرنے کو مکروہ سمجھا ہے مثلاً یوں کہا جائے ”ابراہیم بن فلاں بن فلاں“ انہوں نے فرمایا: ”اسے کون بتاتا ہے؟“

### اُد

ابو عمر نے لکھا ہے کہ سارے طرق عدنان بن ادد بتاتے ہیں۔ صرف ایک گروہ عدنان بن ادد کہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا مادہ ادد ہے۔ ان کی والدہ النعجاء بنت عمرو بنت تبع سعدی قانش حمیری ہے۔

### اُود

اس کے مادہ اشتقاق کے بارے کئی اقوال ہیں:

❖ ”اود“ سے فعل کے وزن پر واؤ کو ہمزہ میں تبدیل کر دیا گیا۔ ابن سراج نے لکھا ہے کہ یہ معد اور عمر کی طرح نہیں۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ سیبویہ کا ظاہری قول بھی اسی طرح ہے۔

❖ ممکن ہے یہ ”الاد“ سے مشتق ہو۔ اہم اور عظیم امر کو ”الاد“ کہا جاتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۝ (مریم: ۸۹)

ترجمہ: ”(اے کافرو) یقیناً تم نے ایسی بات کی ہے جو سخت معیوب ہے۔“

❖ ممکن ہے یہ ادت الثوب سے مشتق ہو۔ اس کا معنی پھیلا نا ہے۔

❖ ممکن ہے یہ ادت الابل سے مشتق ہو۔ جب اونٹ باہر نکلیں۔ دوسرے قول کے

مطابق ممکن ہے یہ الاد سے مشتق ہو۔ آیت طیبہ میں شاذ ہو۔ عمرو بن العلاء نے اس کا

معنی عظیم لکھا ہے۔ ان کی والدہ حنیہ قحطانیہ تھی۔ حافظ نے التبصیر میں لکھا ہے ”عورتوں

کے سارے اسماء جو اس صورت پر آتے ہیں وہ یاء کے ساتھ ہیں سوائے حضرت بن

اکشم کی بہن کے۔ وہ خاء اور نون کے ساتھ ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کا نام

حاء مہملہ اور نون کے ساتھ ہے۔

اليسع عليه السلام

یہ نبی کریم ﷺ تھے۔ سورۃ الانعام اور ص میں ان کا ذکر ہے۔ یہ عجمی نام ہے۔ غیر

منصرف ہے۔ یا یہ عربی ہے۔ انہیں ان کے علم کی وسعت یا حق کے لیے جدوجہد کی وجہ سے

لیسع کہا جاتا تھا۔

الهميسع

قوی شخص کو ہمیسع کہا جاتا ہے۔ اگر لوگ اسے ضمہ سے پڑھتے ہیں لیکن فتح سے پڑھنا

درست ہے۔ امام سہیلی نے اس کا معنی عاجز کیا ہے۔ ان کی والدہ حارثہ بنت مرداس بن زرعہ

دبی رعین الحمیری تھی۔

ابن سلمان

ان کی کسی تفصیل کا مجھے علم نہیں۔

### نبت

انہیں نابت بھی کہا جاتا ہے۔ الامیر ابو نصر بن ماکول نے نابت بن اسماعیل کے باب میں لکھا ہے ”ان کے بارے کہا جاتا ہے کہ وہ نابت بن سلامان بن حمل بن قیزار بن اسماعیل ہیں۔ یہ آخری قول ہے۔ لیکن جوانی نے اس کے برعکس لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: ”عدنان بن اد بن اد بن لیسع بن ہمیسع بن سلامان بن نبت۔ انہوں نے سلامان کو نبت سے مقدم کیا ہے۔ ان کی والدہ ہامہ بنت زید بن کہلان بن سیاء بن شجب بن قحطان ہیں۔“

### حَمَل

ان کی والدہ العاضریہ بنت مالک جرہمی تھی۔

### قیزار

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اونٹوں کے مالک کو قیزار کہتے ہیں۔ حضرت اسماعیل ؑ کے اونٹوں کے مالک یہی بنے تھے۔ انہوں نے دوسری جگہ لکھا ہے ”عرب کے علماء نسب لکھتے ہیں کہ عدنان کا نسب قیزار بن اسماعیل ؑ کی طرف لوٹتا ہے۔ قیزار اپنے زمانہ کا بادشاہ تھے۔ اس کا معنی وہ بادشاہ ہے جو غالب ہو۔ علامہ جوانی نے لکھا ہے کہ حضرت اسماعیل کی اولاد زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی۔ وہ عرب کے قبائل میں داخل ہو گئے۔ بعض رخصت ہو گئے۔ علماء نے ان کا نسب بیان نہ کیا۔ سوائے قیزار کی اولاد کے۔ اللہ تعالیٰ نے قیزار کی اولاد کو پھیلا یا جو ان کی زبان میں گفتگو کرتی تھی۔ ان کی والدہ ہالہ بنت حارث بن الضاض جرہمی تھی۔“

### مَقْوَم

علامہ توردی سے اسے مقوم پڑھا ہے۔

### ناحور

اگر یہ عربی ہو تو یہ نحر سے مشتق ہے۔

### قیرح

یہ جعفر کے وزن پر ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ القرحة سے فیعل کے وزن پر ہے۔ بشرطیکہ یہ عربی ہو القراح سرور کی ضد ہے۔

### یعر ب

ابن درید نے کہا ہے یہ اعر ب فی کلامہ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے فصیح ہونا۔ یا یہ "اعرب بمن نفسه" سے مشتق ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ عربی ہو۔

### یشجب

حافظ التوزری نے لکھا ہے کہ یہ "اشجب" سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہلاکت ہے۔ کیونکہ عرب اپنے بیٹوں کے ایسے ہی نام رکھتے تھے۔ وہ ان سے اپنے دشمن کے لیے بدفالی پکڑتے تھے۔

### نابت

یہ نبت سے اسم فاعل ہے۔

### حضرت اسماعیل علیہ السلام

اس نام میں ایک لغت میں اسماعیلین بھی ہے۔ یہ اللہ رب العزت کے نبی اور رسول تھے۔ رب تعالیٰ نے انہیں ان کے ننھال بنو جرہم اور عمالقہ کی طرف بھیجا جو سرزمین حجاز میں تھے۔ بعض ان پر ایمان لے آئے۔ بعض نے کفر کیا۔ "اسماعیل" عجمی نام ہے۔ امام سہیلی نے اس کا معنی "مطیع اللہ" لکھا۔ صاحب القامودی نے لغات القرآن میں لکھا ہے "روشن

ستاروں کا مطلع“ نام رکھا گیا۔ بنو آدم میں سے سب سے پہلے ان کا نام ہی رکھا گیا۔ لیکن ملائکہ کے اسماء اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ آسمان دنیا کے ملائکہ کا نام اسماعیل ہے۔ وضاحت قصہ معراج میں آئے گی۔ بعض لوگوں نے اس کا مادہ اشتقاق میں تکلف کیا ہے۔ انہوں نے اسے سمع اور ایل سے مشتق مانا ہے۔ ایل رب تعالیٰ کا نام ہے۔ اگر ان کا وزن افعالیل ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے سر تسلیم خم کیا۔ جس نے یہ کہا ہے کہ یہ افعالیل کے وزن پر ہے کیونکہ اس کا اصل اسماعیل ہے کیونکہ انہوں نے رب تعالیٰ کا حکم سنا اور اطاعت کی۔

”المطلع“ میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دس خصائص ہیں۔

❖ ان کی زبان عربی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے فصیح زبان میں گفتگو کی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے پہلے رب تعالیٰ نے جس کی زبان پر عربی زبان رواں فرمائی وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اس وقت ان کی عمر ۱۴ برس تھی۔ صحیح میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”وہ جوان ہوئے اور عربی سیکھی۔“ یہ تفصیل گزر چکی ہے۔ ”حافظ“ میں لکھا ہے ”اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کی زبان عربی نہ تھی۔ اس سے ”اول من تکلم بالعربیہ“ کے قول کا ضعف معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے ”جس نے سب سے پہلے عربی میں گفتگو کی وہ اسماعیل علیہ السلام تھے۔“ حافظ نے لکھا ہے کہ اس دونوں روایات کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ حضرت اسماعیل نے سب سے پہلے فصیح عربی میں گفتگو کی یا اصل عربی انہوں نے جرہم سے سیکھی ہو۔ پھر رب تعالیٰ نے ان پر فصیح عربی الہام فرما دی ہو۔ اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے ابن ہشام نے شرفی بن قطامی سے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عربی یعرب بن قحطان اور بقیہ حمیر اور جرہم سے فصیح تھی۔ شاید حدیث پاک میں اولیت حضرت اسماعیل کے ساتھ مختص ہو۔ اور یہ



اولیت ان کے بقیہ بھائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دیگر اولاد کے اعتبار سے ہو۔  
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ہی عربی زبان میں گفتگو کی تھی۔

❖ وہی حضور ﷺ کے نور مبارک کے مرکز تھے۔

❖ وہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے نور نظر تھے۔

❖ تعمیر کعبہ میں وہ اپنے والد گرامی کے ساتھ شامل تھے۔

❖ وہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی پہلی اولاد تھے۔

❖ عرب کے انساب ان کی طرف لوٹتے ہیں۔

❖ آزمائش کے وقت انہوں نے سر تسلیم خم کیا تھا۔

❖ وہ اس خدمت کے ساتھ کامیاب ہوئے تھے۔

وَقَدَّيْنَهُ بِذِئْبٍ عَظِيمٍ ﴿١٠٤﴾ (القفت: ۱۰۴)

ترجمہ: ”اور ہم نے بچا لیا اسے فدیہ میں ایک عظیم ذبیحہ دے کر۔“

❖ رب تعالیٰ نے اولادِ آدم میں سے انہیں چن لیا تھا۔ امام مسلم اور امام ترمذی نے

حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ

نے اولادِ ابراہیم میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چن لیا تھا۔“

❖ حضور ﷺ نے ان پر فخر کیا تھا۔ فرمایا: ”انا ابن الذبیحین“

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انہیں بارہ ناموں سے یاد فرمایا ہے:

❖ اِغْلَامٌ - ❖ عَلِيمٌ - ❖ عَلِيمٌ

❖ مُسْلِمٌ - ❖ مُسْتَلِمٌ - ❖ أَمْرٌ

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ - (مریم: ۵۵)

ترجمہ: ”وہ حکم دیا کرتے تھے اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا۔“

❖ صَابِرٌ -

سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ﴿١٠٢﴾ (الصف: ۱۰۲)

ترجمہ: ”اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں سے پائیں گے۔“  
 ❖ مرضی۔

وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾ (مریم: ۵۵)

ترجمہ: ”اور آپ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے۔“

❖ صادق۔ ❖ رسول۔ ❖ نبی۔ ❖ مذکور۔

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ اسْمَعِيلَ ﴿٥٣﴾ (مریم: ۵۳)

ترجمہ: ”اور ذکر کیجئے کتاب میں اسمعیل کا۔“

یہ حضرت اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے ذبیح کون تھا۔ اکثر علماء نے وضاحت کی ہے کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں بیس سے زائد دلیلوں کے ساتھ اس کے خلاف کار دکیا ہے۔

ان کی نسل سے نبی پاک ﷺ کے علاوہ کوئی نبی نہیں آیا۔ خالد بن سنان اگر فترت کے زمانہ میں ہوں تو حضور ﷺ سے صحیح البخاری میں روایت منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ”میں سارے لوگوں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ ان کے اور میرے مابین کوئی نبی نہیں ہے۔“ اگر وہ فترت سے قبل ہوں تو ان کا نبی ہونا ممکن ہی نہیں کیونکہ ارشادِ ربانی ہے:

لَتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَهُمْ مِنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ. (السجده: ۳)

ترجمہ: ”تا کہ آپ ڈرائیں اس قوم کو نہیں آیا ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آپ سے پہلے۔“  
 کئی علماء نے فرمایا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد عرب میں حضور اکرم ﷺ کے علاوہ کوئی نبی مبعوث نہیں کیا۔ اسے ابن کثیر نے روایت کیا ہے۔ حافظ نے فتح میں لکھا ہے ”یہ حدیث جو صحیح میں ہے وہ خالد بن سنان کی داستان کو کمزور کرتی ہے۔ یہ روایت بلاشبہ صحیح ہے۔ جبکہ دوسری روایت میں مقال ہے۔ یا پھر اس سے مراد یہ ہے کہ مستقل

شریعت کے ساتھ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے استحکام کے لیے مبعوث کیا گیا تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہما السلام جبار یا بادشاہ کی زمین میں سے گزرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام سے فرمایا: ”یہ جبار اگر یہ جان گیا کہ تم میری زوجہ ہو تو وہ غالب آجائے گا۔ اگر وہ تم سے پوچھے تو اسے کہنا کہ تم میری بہن ہو۔ تم اسلام میں میری بہن ہو۔“ جب وہ جبار کی زمین میں داخل ہوئے اور اس کے سپاہیوں نے انہیں دیکھا تو انہوں نے بادشاہ سے کہا: ”تیری زمین میں داخل ہوئے اور اس کے سپاہیوں نے صرف تیرے لیے ہی مناسب ہے۔ وہ سارے لوگوں سے زیادہ باجمال ہے۔“ اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے پوچھا: ”ان کا آپ سے کیا رشتہ ہے؟“ انہوں نے کہا: ”یہ میری بہن ہے۔“ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ کے پاس گئے اور فرمایا: ”سارہ! روتے زمین پر میرے اور تمہارے علاوہ اور کوئی مؤمن نہیں ہے۔ اس بادشاہ نے مجھے تمہارے بارے پوچھا ہے۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ تم میری بہن ہو۔ تم میری تکذیب نہ کرنا۔“ آپ نے انہیں اس کی طرف بھیج دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بادشاہ کے پاس گئیں تو انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر دعا مانگی ”مولا! میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں۔ مولا! میری عورت و ناموس کا مالک صرف حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو ہی بنانا۔ اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ فرمانا۔“ جو نبی اس نے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ شل ہو گیا۔ اس کے منہ سے آوازیں نکلنے لگیں حتیٰ کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارنے لگا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”اگر یہ مر گیا تو کہا جائے گا کہ اس عورت نے ہی اسے قتل کیا ہے۔“ اسے چھوڑ دیا گیا۔ دوسرے الفاظ میں ہے۔ اس نے عرض کی: ”آپ میرے لیے دعا کریں میں آپ کو نقصان نہیں دوں گا۔“ آپ نے دعا کی تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ اس نے دوبارہ ہاتھ بڑھایا۔ آپ اٹھیں وضو کیا۔ نماز پڑھی پھر عرض کی:

”مولا! میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں۔ میری عورت کا مالک صرف میرے خاوند کو ہی بنا۔ اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ فرما۔“ اسے پھر اسی طرح ہوا حتیٰ کہ وہ اپنے ٹانگیں زمین پر مارنے لگا۔ انہوں نے کہا: ”اگر یہ مر گیا تو کہا جائے گا کہ اس عورت نے اسے قتل کر دیا ہے۔“ اسے چھوڑ دیا گیا۔ دوسرے الفاظ میں ہے کہ اس بادشاہ نے عرض کی ”آپ رب تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں۔ میں آپ کو نقصان نہیں دوں گا۔“ آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ اس نے اپنے پہرے داروں کو بلایا۔ اس نے کہا: ”تم میرے پاس کسی انسان کو لے کر نہیں آئے بلکہ شیطان کو لے آئے ہو۔“ (نعوذ باللہ منہ) اسے حضرت ابراہیم کے پاس لے جاؤ۔ انہیں حضرت ہاجرہ دو اور انہیں میری زمین سے نکال دو۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں وہ کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے دست اقدس سے اشارہ کیا۔ ”مہیم“ یا ”عہبیا“ حضرت سارہ: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کافر کو رسوا فرمایا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: ”رب تعالیٰ نے کافر کے مکر کو اس کی گردن پر پھینک دیا ہے اور مجھے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا دی ہے۔“ (بخاری، مسلم، نسائی، بزار، ابن حبان) امام نووی نے لکھا ہے ”حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس بادشاہ کی شہزادی تھیں جو عین الحجر میں رہتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ حازی نے کہا ہے ”یہ بعلبک کے قریب ہے۔“ اس نے انہیں حضرت سارہ کو ہبہ کیا اور حضرت سارہ نے حضرت خلیل اللہ کو ہبہ کر دیا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے ”حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کرنے سے قبل حضرت ہاجرہ مصری قبضہ کے ایک بادشاہ کی شہزادی تھیں۔ جب حضرت عمرو بن العاص نے مصر کا محاصرہ کیا تو انہوں نے اہل مصر سے کہا: ”ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ مصر فتح ہوگا۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم اہل مصر کے ساتھ بھلائی سے پیش آئیں۔ ان کے ساتھ نسب بھی ہے اور سسرالی رشتہ بھی ہے۔“ اہل مصر نے کہا: ”اس نسب کے حق کی حفاظت ایک نبی ہی کر سکتا ہے۔ یہ بعید کا نسب ہے۔ انہوں نے سچ فرمایا ہے۔ تمہاری والدہ ماجدہ ہمارے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی شہزادی تھی۔ عین شمس کے لوگوں نے ہمارے ساتھ جنگ کی۔ انہوں نے ہمیں

شکست دی۔ انہوں نے بادشاہ کو قتل کر دیا۔ اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ لے گئے۔ وہ وہاں سے حضرت خلیل اللہ ﷺ کے پاس چلی گئیں۔

حافظ نے لکھا ہے کہ ہاجرہ سریانی زبان کا لفظ ہے۔ ان کا والد قبیط کا بادشاہ تھا۔ ان کی رہائش حقن میں تھی۔ یہ مصر کی ایک بستی یا شہر تھا۔ اس میں اب بھی عظیم آثار ہیں۔ اس مذکور جبار کا نام عمرو بن امری القیس بن سبتا تھا۔ یہ مصر کا بادشاہ تھا۔ دوسرے قول کے مطابق اس کا نام صادق تھا۔ (ابن قتیبہ) یہ اردن کا بادشاہ تھا۔ ابن ہشام نے ”تیجان“ میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے گندم خریدا کرتے تھے۔ انہوں نے انہیں چکی پیتے دیکھا۔ یہی راز ہے جو بادشاہ کے حضرت سارہ کو حضرت ہاجرہ حبہ کرنے میں ہے۔ اس نے کہا: ”ان کی شان اس سے بالاتر ہے کہ وہ اپنے آپ کی خدمت کریں۔“ اس سبب میں اختلاف ہے کہ جس کی وجہ سے حضرت خلیل اللہ ﷺ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بہن کہا تھا۔ ظالم کا ارادہ تو یہ تھا کہ وہ انہیں چھن لیتا خواہ وہ بہن ہوتی یا بیوی۔“ ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بادشاہ صرف خاوندوں والی عورتوں سے تعرض کرتا تھا۔

یہ حافظ کا قول ہے جو ایک تتمہ کا محتاج ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت خلیل اللہ ﷺ نے دو نقصانوں میں سے بڑے کو ان میں خفیف کا ارتکاب کر کے دور فرمانا چاہا۔ بادشاہ کے غضب کا واقعہ لازماً رونما ہونا تھا۔ لیکن وہ جان جاتا کہ زندگی میں ان کا خاوند ہے تو اس کی غیرت خاوند کو قتل کرنے، غائب کرنے، قید کرنے یا نقصان دینے پر ابھار سکتی تھی۔ لیکن اسے اگر علم ہو جاتا کہ وہ ان کے بھائی ہیں تو پھر غیرت بھائی کی طرف سے ہونا تھی نہ کہ بادشاہ کی طرف سے۔ وہ اس کی پرواہ نہ کرتا۔ ایک قول یہ بھی ہے ”اگر اسے پتہ چل گیا کہ آپ میری زوجہ ہیں تو وہ مجھے طلاق پر مجبور کرے گا۔“ میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ یہ حضرت ابن منبہ سے روایت بھی ہے جسے عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

حافظ زکی الدین منذری نے ”لسن“ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص نے کہا: ”اس جبار کی عادت یہ تھی کہ وہ شادی شدہ عورت کے قریب نہ جاتا تھا حتیٰ کہ وہ

اس کے خاوند کو قتل کر دیتا تھا۔ اگر وہ ظالم ہوتا تو وہ قتل سے نجات پاتا۔“  
حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بہت سی اولاد تھی۔

### حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول اور اس کے خلیل تھے۔ بعد میں آنے والے سارے انبیاء کرام کے باپ ہیں۔ یہ عجیبی اسم ہے۔ اس کا معنی ”اب راحم“ رحم کرنے والا باپ ہے۔ ”المطلع“ میں ہے اکثر محققین کی رائے ہے کہ یہ اسم جامد ہے مشتق نہیں ہے۔ بعض متکلفین نے کہا ہے کہ یہ اسم البراء یا البرء یا البراءۃ اور الھیمان یا الوھم یا الھمۃ سے مشتق ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ رب تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز سے بری ہوئے۔ تو ان کا دل ذکر الہی کا عاشق بن گیا تھا۔

بعض نے لکھا ہے کہ وہ لغزش کے سبب سے بری ہوئے اور مقام خلعت پر فائز ہو جانے کا ارادہ کیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں قربت کے قالب میں تخلیق کیا۔ صدق نیت کے ساتھ انہوں نے ہمت کے ملکوت کی طرف عزم کیا۔ ایک شاعر نے لکھا ہے:

و کنت بلا وجد اموت من الهوی  
وہام علی القلب بالخفقان  
فلما ارانی القلب انک حاضری  
شھدتك موجوداً بكل مکان

ترجمہ: ”میں وجد کے بغیر محبت سے مر رہا تھا۔ مجھ پر دل نے دھڑکن کے ساتھ غلبہ پا

یا۔ جب میرے دل نے مجھے دکھایا کہ آپ میرے پاس حاضر ہیں تو میں نے

گواہی دے دی کہ آپ ہر جگہ موجود ہیں۔“

ابراہیم اسم کے بارے کئی لغات ہیں۔

❖ ابراہیم۔ یہ مشہور لغت ہے۔ ❖ ابراہام۔ ❖ ابراہوم۔

۴ ابرہم۔

۵ ابراہم۔ ان لغات کو فراء نے بیان کیا ہے۔

۶ اسی اسم کو امالۃ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

۷ ابراہام۔ دوسرے الف کے امالۃ کے ساتھ۔ یہ شاذ ہے۔

۸ ابرہم۔

”المطلع“ میں ہے ابراہیم کی جمع ابارہ، اباریہ، ابارمہ، ابارہہ، براہم، براہیم، براہمتہ اور براۃ ہے۔ اس کی تصغیر بزیرہ یا ابیرہ یا برہیم ہے۔

ان کی کنیت ابو الضیفان تھی۔ عکرمہ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد یہ سارے انبیائے کرام سے افضل ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے تاریخ میں اسی طرح لکھا ہے۔ اس کے دلائل بھی دیے ہیں۔

بزار، امام احمد، حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”بنو آدم میں سے بہترین حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ ان میں سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام افضل ہیں۔“ اس طرح موقوفاً نہیں کہا جاسکتا۔ اس کا حکم مرفوع کا ہے۔ امام ذہبی نے اسی قول کو یقین کے ساتھ کہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے ولادت کے بارے اختلاف ہے۔ بززہ میں ولادت ہوئی۔ یہ جگہ دمشق کے مضافات میں ہے۔ یہ ابن عساکر نے لکھا ہے مگر صحیح موقف یہ ہے کہ ان کی ولادت ”کوٹا“ میں ہوئی۔ یہ جگہ سرزمین عراق میں بابل کی اقلیم میں ہے۔ ان کی والدہ کا نام نوبایا لیوٹا تھا۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال بعد اس دنیا میں آئے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہ السلام کے مابین دس صدیاں تھیں۔

اس روایت کو حاکم نے المستدرک میں امام واقدی سے روایت کیا ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی سریانی زبان میں گفتگو کی تھی۔ جب انہوں نے دریا عبور کیا تو وہ عبرانی زبان میں گفتگو کرنے لگے۔

طبرانی نے حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”حضرت ابراہیم اور حضرت نوح کے مابین دس صدیاں تھیں۔ نمرود (یہ عجمہ اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے) نے جن افراد کو آپ کے تعاقب میں بھیجا تھا۔ اس نے انہیں کہا ”جب تم کسی کو دیکھو جو سریانی زبان میں گفتگو کر رہا ہو تو اسے واپس لے آؤ۔“ جب انہوں نے حضرت خلیل ﷺ کو پایا اور آپ کو بولنے کے لیے کہا۔ تو رب تعالیٰ نے ان کی زبان کو عبرانی میں تبدیل کر دیا۔ جب انہوں نے دریا عبور کیا تو اس زبان کو عبرانی کہا جانے لگا۔ سریانی زبان سے متعلق ابن سلام نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ﷺ کو اسماء سکھائے تو ملائکہ سے مخفی سکھائے۔ انہوں نے اسی زبان میں اسماء یکھے تھے۔ حضرت اسماعیل ﷺ کے علاوہ ان کی اور بھی اولاد تھی۔ اطمینان میں ہے حق کے راستہ میں حضرت ابراہیم ﷺ کے دس مقامات ہیں جو انہوں نے انتہائی عرتوں کے ساتھ حاصل کیے۔

❖ قام طلب۔ جیسے:

هَذَا رَبِّي۔ (الانعام: ۷۶)

ترجمہ: ”یہ ہے میرا رب۔“

❖ مقام دعوت۔ جیسے:

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ (الحج: ۲۷)

ترجمہ: ”اور اعلان عام کر دو لوگوں میں حج کا۔“

❖ مقام فضیلت۔ جیسے:

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلِّيًّا ط (البقرة: ۱۲۵)

ترجمہ: ”اور بنا لو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز۔“

❖ مقام فقر و فاقہ۔ جیسے:

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ۔ (ابراہیم: ۴۰)

ترجمہ: ”میرے رب بنا دے مجھے نماز کو قائم کرنے والا۔“



◆ مقام نعمت - جیسے:

وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي ﴿٤٩﴾ (الشعراء: ٤٩)

ترجمہ: ”اور وہ جو مجھے کھلاتا بھی ہے اور مجھے پلاتا بھی ہے۔“

◆ مقام مغفرت - جیسے:

وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿٨٣﴾ (الشعراء: ٨٣)

ترجمہ: ”اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بخش دے گا میرے لیے میری خطا روز جزا کو۔“

◆ مقام محبت - جیسے:

أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ط (البقرة: ٢٦٠)

ترجمہ: ”اے میرے پروردگار دکھا دے مجھے کہ تو کیسے زندہ فرماتا ہے مردوں کو۔“

◆ مقام مغفرت - جیسے:

وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ﴿٨٣﴾ (الشعراء: ٨٣)

ترجمہ: ”اور بنا دے میرے لیے سچی ناموری آئندہ آنے والوں میں۔“

◆ مقام ہیبت - جیسے:

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿١١٣﴾ (التوبة: ١١٣)

ترجمہ: ”بے شک ابراہیم بڑے ہی نرم دل اور بردبار تھے۔“

◆ مقام وارثت - اس مقام نے آپ کو واسطہ سے مستغنی کر دیا تھا۔ انہوں نے فرمایا:

”حسبی من سوالی علیہ بحالی“

مورخین لکھتے ہیں: ”حضرت ابراہیم نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کی۔ ان کی عمر

۷۵ سال یا دو سو سال ہو چکی تھی۔ ان کا وصال ارض مقدس میں ہوا۔ ان کی قبر انور یقیناً وہیں

ہے۔ انبیائے کرام میں سے صرف حضور ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبور انور کا صحیح علم

ہے۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ ہوا۔

ابن ابی شیبہ، ابن سعد، ابن حبان اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب حضرت ابراہیم کی عمر مبارک ۱۲۰ سال تھی تو قدم (کلہاڑے) کے ساتھ ان کا ختنہ کیا گیا۔ اس کے بعد وہ اسی سال تک بچیات رہے۔“

حضرت سعید رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ”حضرت ابراہیم نے سب سے پہلے ختنہ کرایا۔ سب سے پہلے ان کے بال سفید ہوئے۔ جب انہوں نے یہ سفیدی دیکھی تو عرض کی: ”مولا! یہ کیا ہے؟“ رب تعالیٰ نے فرمایا: ”اے ابراہیم! یہ وقار ہے۔“ انہوں نے عرض کی: ”مولا! میرے وقار میں اضافہ فرما۔“ سب سے پہلے انہوں نے ہی مہمان نوازی کی۔ سب سے پہلے انہوں نے مونچھیں تراشیں، سب سے پہلے انہوں نے ناخن کاٹے۔ سب سے پہلے انہوں نے زیناف بال صاف کیے۔ (امام بیہقی اور ابن عدی نے یہ روایت مرفوعاً نقل کی ہے)

ابو یعلیٰ اور ابو شیخ نے عقیقہ میں موسیٰ بن علی بن رباح سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم کو ختنہ کرانے کا حکم دیا گیا اس وقت ان کی عمر اسی سال تھی۔ انہوں نے جلدی کی کلہاڑے کے ساتھ ختنہ کر لیا۔ درد شدید ہوا تو رب تعالیٰ سے دعا مانگی۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: ”آپ نے جلدی کی اور قبل اس کے کہ ہم آپ کو کسی آگ کے متعلق بتاتے آپ نے ختنہ کر لیا۔“ انہوں نے عرض کی: ”مولا! میں نے ناپسند کیا کہ تیرے حکم کو مؤخر کروں۔“ شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”حضرت ابراہیم نے اسی سال کی عمر میں قدم میں (یا کلہاڑے کے ساتھ) ختنہ کیا۔“

قدم کو تخفیف اور شدید کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ جگہ کا نام ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آگ ہے۔ دوسرے معنی کے وقت یہ تخفیف کے ساتھ ہوگا۔ پہلے معنی کے مطابق اس میں دو لغتیں ہیں۔ یہ اکثر کا قول ہے۔ داؤدی نے اس کے برعکس لکھا ہے۔ پھر اس جگہ میں اختلاف ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ یہ شام کی ایک بستی ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ سمراتہ کا ایک شہر ہے۔ اکثر علماء کا گمان ہے کہ اس سے مراد آگ ہے۔ الصحیح میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ختنہ کیا تو اس وقت ان کی عمر اسی سال تھی۔

حافظ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن حبان نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ ہو ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ ظاہر ہے کہ اس روایت میں کمی و بیشی ہے۔ کیونکہ ۱۲۰ سال تو حضرت ابراہیم کی عمر تھی۔ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو امام حاکم نے لکھا ہے اور اسے شیخین کی شرائط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم کا ختنہ ۱۲۰ سال میں ہوا تھا۔ کتاب العقیقہ میں ابوشیخ نے حضرت ابوہریرہ سے موصولاً اور مرفوعاً روایت کیا ہے اور انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے ”اس کے بعد وہ اسی سال زندہ رہے۔ اس طرح ان کی عمر دو سو سال ہوگی۔ بعض علماء نے ان دونوں روایات کو اس طرح جمع کیا ہے کہ پہلے گروہ نے ان کی نبوت کی ابتداء سے شمار کیا ہے جبکہ دوسرے گروہ نے ان کی ولادت سے شمار کیا ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے سب سے پہلے پانچ جامہ پہنا۔ انہوں نے سب سے پہلے زیناف بال صاف کیے۔ انہوں نے سب سے پہلے ختنہ کیا۔ انہوں نے سب سے پہلے مہمان نوازی کی۔ انہوں نے سب سے پہلے بڑھا پا دیکھا۔ حضرت وکیع نے حضرت واصل بن مولیٰ ابی لمیہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی ”آپ مجھے سارے اہل زمین سے زیادہ معزز ہیں۔ جب آپ سجدہ کریں تو زمین آپ کی شرم گاہ نہ دیکھے۔“ انہوں نے پانچ جامہ پہن لیا۔ امام دہلی نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہندی سے خضاب لگایا۔

ابن ابی شیبہ اور امام بزار نے حضرت سعد بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے منبر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خطبہ دیا تھا۔

ابن عساکر نے حضرت حسان بن عطیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خلیل اللہ نے سب سے پہلے لشکر کے میمنہ، میسرہ اور قلب کو ترتیب دیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ ان لوگوں کے ساتھ جہاد کے لیے نکلے تھے جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو قیدی بنایا تھا۔

بزار اور طبرانی نے حضرت معاذ بن جبل سے مرفوعاً روایت کیا ہے حضور ﷺ نے

فرمایا: ”منبر بناؤ۔ میرے باپ حضرت ابراہیم نے منبر بنایا تھا۔ عصا پکڑو۔ میرے باپ حضرت ابراہیم نے عصا پکڑا تھا۔“

ابن ابی دنیا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے کپڑا بننے کا کام کیا تھا۔

ابن ابی دنیا اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمان نوازی کی تھی۔“ ابن سعد، ابن ابی دنیا اور ابو نعیم نے الحلیۃ میں امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عکرمہ سے روایت لکھی ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمان کی کنیت ابو الضیفان تھی۔ ان کی حویلی کے چار دروازے تھے۔ تاکہ کوئی شخص رہنے نہ پائے۔“ امام بیہقی نے حضرت عطاء سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم کھانا تناول فرمانا چاہتے تو ایک میل تک کسی شخص کو تلاش کرتے جو ان کے ہمراہ کھانا کھائے۔“

ابن ابی دنیا نے کتاب الاخوان میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت تمیم داری سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جس ہستی نے سب سے پہلے معانقہ کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔“ ابن سعد نے محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے مہمان نوازی کی۔ سب سے پہلے ثرید بنائی۔ سب سے پہلے بالوں کی سفیدی دیکھی۔ رب تعالیٰ نے مال اور خدام میں وسعت دے رکھی تھی۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت مطرف سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے سب سے پہلے اپنی قوم کی بت پرستی سے تنگ آ کر اسے چھوڑا۔ جب رب تعالیٰ سے دعا کر کے اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔

ابن ابی شیبہ، شیخین، امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگوں کو روزِ حشر ننگے پاؤں عریاں جسم اٹھایا جائے گا۔ رب تعالیٰ فرمائے گا۔ ”میں اپنے خلیل کو عریاں نہیں دیکھوں گا۔“ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو سفید کپڑے پہنا دیے جائیں گے۔“

یہی روایت حضرت عبداللہ بن حارث نے اس طرح روایت کی ہے ”حضرت خلیل اللہ کو سب سے پہلے دو قبٹیہ چادریں پہنائی جائیں گی۔ پھر حضور اکرم ﷺ اپنا یمنی حلو پہنیں گے۔ آپ عرش الہی کے دائیں طرف ہوں گے۔“

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے الزہد میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دو بھوکے شیر چھوڑے گئے۔ شیروں نے ان کے قدم چائے اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔

ان کے وصال کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ موت کے فرشتے سے کہا گیا ”حضرت ابراہیم کے ساتھ نرمی برتنا“ موت کا فرشتہ ان کے پاس آیا۔ وہ اپنے انگوروں میں تھے۔ فرشتہ ایک عمر رسیدہ آدمی کی شکل میں تھا۔ جس کا کچھ بھی باقی رہ گیا ہو۔ جب حضرت خلیل اللہ نے اسے دیکھا تو اس پر رحم آیا۔ انہوں نے اسے اپنی ٹوکری لی۔ اور انگوروں کے باغ میں داخل ہو گئے۔ پھر انگور لاکر اس کے سامنے رکھ دیے۔ فرمایا: ”کھاؤ“ اس نے اپنے ہاتھ رکھے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ کھا رہا تھا پانی اس کی داڑھی اور سینے پر گر رہا تھا۔ حضرت خلیل اللہ نے تعجب کیا۔ انہوں نے کہا: ”عمر نے تو تمہارے پاس کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ تمہاری عمر کتنی ہے؟“ اس نے حضرت ابراہیم کی مدت عمر شمار کی اور کہا: ”میری عمر اتنی ہے۔“ حضرت خلیل اللہ نے کہا: ”میری عمر بھی اتنی ہے۔ کیا میں انتظار کروں کہ میں بھی تمہاری طرح ہو جاؤں۔“ مولا! میری روح قبض فرمالمے۔ حضرت ابراہیم کا نفس خوشی خوشی وصال کے لیے تیار ہو گیا۔ ملک الموت نے اسی وقت ان کی روح قبض کر لی۔“ حضرت خلیل اللہ کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے علاوہ اور بھی اولاد تھی۔

## تاریخ

اس کا معنی ”یا اعوج“ ہے۔ یہ آزر ہے۔ امام جوہری نے لکھا ہے کہ یہ عجی نام ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آزر سے مشتق ہے جس کا معنی تعاون کرنا ہے۔ تاریخ اور آزر اس کے دو

نام ہیں۔ جس طرح کہ کئی سیرت نگاروں نے یقین کے ساتھ کہا ہے۔ امام سہیلی نے اسے صحیح کہا ہے۔ اس کا معنی ”یا اعوج“ ہے۔ یا یہ بت کا نام ہے۔ قرآن پاک میں یہ فعل کے مضمر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ أَرَزَّ - (الانعام: ۷۴)

ترجمہ: ”اور یاد کرو جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے۔“

یعنی ”دَعُ آزر“ آزر کو چھوڑ دیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آزر کا کلمہ زجر و توبیخ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

علامہ توزری نے لکھا ہے کہ اس کے دو نام تھے۔ تارح، آزر۔ حسن اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آزر بت کا نام ہے۔ جو فعل کے مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی ”اتخذ آذر الہا اتخذ اصنامًا“ یہ اس شخص کی قرأت ہے جس نے راہ پر فتح پڑھا ہے۔ جس نے راء پر ضمہ پڑھا اس وقت یہ ”یا مخطی“ کے معنی میں ہوگا۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ ”الموازرة“ سے مشتق ہے۔ جس کا معنی معاونت ہے۔ یہ اپنی قوم کی بت پرستی میں اس کی معاونت کرتا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ رفع کے ساتھ ہو اور حرف نداء کے اسقاط کے ساتھ ہو۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے۔ آزر، لابیہ کا عطف بیان ہے۔ ندا کی وجہ سے اسے آزر بھی پڑھا گیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آزر بت کا نام تھا۔ کیونکہ یہ اس کی عبادت میں منہمک رہتا تھا۔ اسی لیے اسے بھی یہی نام دے دیا گیا۔ یا اس کا معنی عابد آزر ہوگا۔ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ اسے یوں بھی پڑھا گیا ”آزرًا اتخذ اصنامًا آلہة“ اس وقت یہ بت کا نام ہوگا۔ اس کا معنی یہ ہے ”لعم تعبد آزر علی الانکار“ پھر کہا ”اتخذ اصنامًا آلہة“ یہ اس کی تقریر اور تبتین کے لیے ہے۔ یہ انکار کے حکم میں شامل ہے۔ امام ثعلبی نے العرائس میں لکھا ہے ”حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تارح تھا۔ جب وہ نمرود کے دربار میں معبودانِ باطلہ کا نگران بنا تو اسے آنور کا نام دے دیا گیا۔ (حضرت

ابراہیم کے والد کے بارے تفصیلات جاننے کے لیے ضیاء النبی از جسٹس پیر محمد کرم شاہ  
الازہری علیہ الرحمۃ کا مطالعہ کریں۔ مترجم)

### ناحور

یہ اس ناحور کے علاوہ ہیں جن کا تذکرہ حضرت اسماعیل سے پہلے ہو چکا ہے۔ ابن  
ہشام نے التیجان میں لکھا ہے کہ اس نے ایک سو سالہ زندگی گزاری۔ ابن حبیب نے اس کی  
عمر ۱۳۸ سال لکھی ہے۔

### ساروخ

علامہ جوانی نے اسے ساروخ لکھا ہے۔ ملک الموید نے اسے ساروع بھی پڑھا گیا  
ہے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس نے ۲۰ سال زندگی پائی۔

### راغو

اسے رغو بھی پڑھا گیا ہے۔ عربی میں اس کا معنی قاسم ہے۔ ابن حبیب نے لکھا ہے کہ  
راغو نے ۲۲۸ سال زندگی گزاری۔ ابن کلبی نے ان کی عمر ۲۶۰ سال لکھی ہے۔

### فالح

ابن ہشام نے التیجان میں لکھا ہے یہ سریانی زبان کا نام ہے۔ عربی میں اس کا معنی  
وکیل ہے۔ یہ حضرت ہود علیہ السلام کے بھائی تھے۔ جب ان کے باپ نے کوہِ جودی پر عربی میں  
گفتگو کی تھی تو انہوں نے اس زبان میں گفتگو نہیں کی تھی۔ انہوں نے ۲۶ سال عمر گزاری۔  
ابن کلبی نے ان کی عمر ۲۹۰ سال لکھی ہے۔ ابن حبیب نے ان کی عمر ۲۳۹ سال لکھی ہے۔  
علامہ جوانی نے ان کی والدہ کا نام بیثا حاکھا ہے۔

### عنبر

یہ جعفر کے وزن پر ہے۔ اسے عابر بھی پڑھا گیا ہے۔ ابن حبیب نے ان کی عمر ۱۳۴ سال لکھی ہے۔ ابن کلبی نے ان کی عمر ۲۶۳ سال لکھی ہے۔ علامہ جوانی نے لکھا ہے کہ یہ ہی حضرت ہود علیہ السلام تھے۔ امام سہیلی اور حافظ نے لکھا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کے نسب میں راجح قول یہ ہے۔ ہود بن عبداللہ بن رباح بن حادر بن عاد بن عوص بن آدم بن سام بن نوح۔ علامہ جوانی نے ان کی والدہ کا نام رجانہ لکھا ہے یہ پاکیزہ خواتین میں سے تھیں۔ علامہ سہیلی اور توزری نے تاریخ طبری سے تحریر کیا ہے کہ عابر اور فالخ کے مابین ایک باپ قینان بھی ہیں۔ توزری نے اسے قین لکھا ہے۔ تورات میں اس کا ذکر نہیں کیونکہ یہ جادو گر تھا۔ لیکن ابن حزم نے طبری کی گرفت کی ہے کہ تورات میں ان کے اجماع سے یہ نسب ثابت ہے۔

### شاح

امام سہیلی نے اس کا معنی الرسول یا الوکیل لکھا ہے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۳۶۳ سال زندگی بسر کی۔ ابن حبیب نے ان کی عمر ۴۳۳ سال اور ابن کلبی نے ۴۹۳ سال لکھی ہے۔ یہ اپنے والد کے وصی تھے۔

### ارغند

بعض نے اسے ارغند لکھا ہے۔ بعض نے اسے ارغند لکھا ہے۔ صاحب "النور" نے اسے ارغند لکھا ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد روشن چراغ ہے۔ شاذ سریانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کا معنی روشنی ہے۔ ان کی والدہ الملوک بن خنوع کی بیٹی تھی۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۴۰۳ سال زندگی بسر کی۔ یہ اپنے باپ کے وصی تھے۔ ابن حبیب نے ان کی عمر ۴۶۰ سال لکھی ہے۔ جبکہ ابن کلبی نے ان کی عمر ۴۶۸ سال لکھی ہے۔ ان



کے بیٹوں کے نام عابر، مالک اور قینان تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے علم نجوم میں غور و فکر کیا۔ انہوں نے یہ علم خالی تور سے حاصل کیا۔ طوفان سے قبل اس میں ہر علم لکھ دیا گیا تھا۔ اسے زمین میں دفن کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے یہ علم وہاں سے سیکھ لیا۔

## سام

امام احمد، امام ترمذی اور امام مالک نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ”سام ابو عرب حام ابو حبش اور یافت ابو روم ہیں۔“ بزار، ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حضرت نوح کے تین بیٹے تھے۔ سام، حام، یافت سام سے عرب، فارس اور روم والے پیدا ہوئے۔ ان میں بھلائی ہے۔ یافت سے یاجوج اور ماجوج پیدا ہوئے۔ ترک اور صقالبہ پیدا ہوئے۔ ان میں بھلائی نہیں۔ حام سے قبط، بربر اور ایل سوڈان پیدا ہوئے۔“ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

امام نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ”جب حضرت نوح علیہ السلام کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سام کو وصیت کی۔ طوفان سے قبل ان کی عمر ۹۸ سال تھی۔ یہ ان کی پہلی اولاد تھی۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ یہ اپنے باپ کے وصی تھے۔ یہ اہل زمین کے سرپرست تھے۔ حضرت وہب نے لکھا ہے حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ان کے ساتھ حضرت سام کی قبر تک پہنچے۔ انہوں نے کہا: ”سام! اللہ تعالیٰ کی اذن سے مجھے جواب دو۔“ وہ رب تعالیٰ کی قدرت سے کھجور کی طرح کھڑے ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ: ”تم نے کتنی عمر پائی ہے۔“ سام: ”میں نے چار ہزار سال زندگی پائی۔“ حضرت عیسیٰ: ”یہ دنیا کیسے ہے؟“ سام: اس گھر کی طرح جس کے دو دروازے ہوں۔ اس میں داخل ہو اور دوسرے سے نکل گیا۔ یہ موت سے گھبراتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ سام پر موت طاری نہ کرے۔ حتیٰ کہ وہ خود موت کے بارے سوال کریں۔ حضرت سام بیمار ہو

گئے۔ مرض شدت اختیار کر گئی۔ بڑھاپا بھی تھا۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے موت کا سوال کیا اور ان کا وصال ہو گیا۔ یا قوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے۔ دمشق کے گرد و نواح میں مدینہ ایوب میں حضرت سام کی قبر ہے۔“

### تنبیہ

شیخ برہان الدین ناجی نے کنز الراغبین میں لکھا ہے کہ حضرت سام نبی نہ تھے۔ لیکن ابواللیث سمرقندی نے ”بتان“ میں اس کے برعکس لکھا ہے۔ ابن سعد نے الطبقات میں اور زبیر بن بکار نے الموفقیات میں کلبی سے روایت کی ہے کہ حضرت سام نبی تھے۔ لیکن کلبی متروک ہے۔

### حضرت نوح علیہ السلام

یہ رب تعالیٰ کے نبی اور رسول تھے۔ امام نووی نے لکھا ہے یہ عجمی نام ہے۔ یہ منصور اور غیر منصور دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عربی ہے اور نوح بنوح سے مشتق ہے۔ کیونکہ یہ ہمہ وقت گریہ و زاری میں مشغول رہتے تھے اس لیے نوح کے نام سے معروف ہوئے۔ اس گریہ کے سبب میں اختلاف ہے۔ اس کا ایک سبب یہ لکھا گیا ہے کہ وہ اپنی قوم پر گریہ و زاری کرتے تھے۔ ان پر افسوس کرتے تھے کیونکہ وہ توبہ کے بغیر غرق ہوئے تھے۔ ان کے نام کے بارے اور بھی بہت کچھ کہا گیا ہے۔ جس کی کوئی اصل نہیں۔ ایک گروہ نے لکھا ہے کہ ان کا نام عبد الغفار تھا۔ یہ آدم ثانی ہیں کیونکہ حضرت آدم کی اولاد حضرت نوح سے ہی چلی۔ طبرانی نے حضرت ابو امامہ سے ثقہ راویوں سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے مابین دس صدیاں تھیں۔“

امام شعبی نے لکھا ہے ”رب تعالیٰ نے حضرت نوح کو قابیل کی اولاد اور ان کے پیرو کاروں کی طرف بھیجا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کے دو گروہ تھے۔ ایک پہاڑوں پر جبکہ دوسرا میدانوں میں رہتا تھا۔ پہاڑی علاقوں کے مرد خوبصورت

اور عورتیں بد صورت جبکہ میدانی علاقے کی عورتیں خوبصورت اور مرد بد صورت تھے۔ قابیل کی اولاد میں بے حیائی پھیل گئی۔ رب تعالیٰ نے ان میں حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ اس وقت ان کی عمر پچاس سال تھی۔ وہ ان میں ۹۵۰ سال رہے۔ وہ انہیں رب تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے۔ انہیں ڈراتے رہے مگر انہوں نے لبیک نہ کہا۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے عرض کی۔

وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ (نوح: ۲۶)

ترجمہ: ”اے میرے رب نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا۔“  
جب ان کی دعا طوالت اختیار کر گئی۔ قوم کی سرکشی اور اذیت لمسی ہو گئی تو انہوں نے رب تعالیٰ سے التجا کی۔ رب تعالیٰ نے ان پر وحی کی۔

اِنَّهٗ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ۔ (ہود: ۳۶)

ترجمہ: ”بے شک ایمان نہیں لائیں گے آپ کی قوم سے مگر وہ ہی جو ایمان لا چکے ہیں۔ جب انہیں علم ہو گیا کہ ان کی پشت اور رحموں میں ایمان لانے والا کوئی نہیں تو انہوں نے یہ دعا مانگی۔“

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ (نوح: ۲۶)

ترجمہ: ”اے میرے رب! نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا۔“  
رب تعالیٰ نے انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا۔ انہوں نے عرض کی: ”مولا! لکڑی کہاں سے لاؤں؟“ رب تعالیٰ نے فرمایا: ”درخت لگالیں۔“ انہوں نے ساج کا درخت لگایا۔ انہیں چالیس سال گزر گئے۔ حضرت نوح قوم کے لیے بددعا کرنے سے رک گئے۔ رب تعالیٰ نے قوم کی عورتوں کو بانجھ کر دیا۔ ان کے ہاں بچے نہ ہوتے تھے۔ جب درخت بڑا ہو گیا تو رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ اسے کاٹیں اسے خشک کریں پھر اس سے کشتی بنائیں۔ رب تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ وہ کیسے کشتی بنائیں۔ انہوں نے ایک طرف کشتی کا دروازہ رکھا۔ کشتی اسی ذراع طویل پچاس ذراع چوڑی تھی۔ وہ تیس ذراع بلند تھی۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”اس کی لمبائی چھ سو ذراع تھی۔ رب تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ہر جانور جوڑا جوڑا سوار کر لیں۔ رب تعالیٰ نے بحر و بر کے جانوران کے سامنے حاضر کر دیے۔ انہوں نے سب سے پہلے طوطا اور سب سے آخر میں گدھا سوار کیا۔ روایت ہے کہ کشتی میں صرف سات مومن تھے۔ حضرت نوح، ان کے فرزند سام، حام، یافت اور ان کی بیویاں“ دوسرے قول کے مطابق ان کی تعداد آٹھ یا دس تھی۔ ایک اور قول کے مطابق ان کی تعداد ۷۲ یا ۸۰ تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر سارے انبیاء کرام سے طویل تھی۔ ایک روایت کے مطابق ان کی عمر ۳۰۰ سال تھی۔ جب وحی آئی تو ان کی عمر ۳۵۰ سال تھی۔ ۹۵۰ سال تک انہوں نے تبلیغ کی۔

”المطلع“ میں ہے ”شیطانوں میں سے صرف دو شیاطین نے اسلام قبول کیا ہے۔ حضور ﷺ کے شیطان نے اور حضرت نوح علیہ السلام کے شیطان نے۔ ابلیس نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا: ”مجھ سے پانچ باتیں سیکھ لیں۔“ انہوں نے فرمایا: ”میں تیری تصدیق نہیں کروں گا۔“ رب تعالیٰ نے ان پر وحی کی ”اس کی تصدیق کرو“ انہوں نے کہا ”بتاؤ“ ابلیس: تکبر سے بچیں۔ میں اس آفت میں تکبر کی وجہ سے پھنسا ہوں۔ حسد سے بچیں قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو حسد کی وجہ سے ہی قتل کیا تھا۔ طمع سے بچیں۔ آدم کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا طمع کی وجہ سے ہوا تھا۔ حرص سے بچو۔ حواء کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا حرص کی وجہ سے ہوا تھا۔ طویل امید سے بچو۔ آدم و حوا کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا وہ طول امل کی وجہ سے ہوا تھا۔“

رب تعالیٰ نے حضرت نوح کو عبداً شکوراً فرمایا ہے۔ فریابی، ابن جریر اور حاکم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کپڑے پہنتے یا کھانا کھاتے تو رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔ رب تعالیٰ نے انہیں عبداً شکوراً فرما دیا۔

امام نسائی، حاکم اور بزار نے ایک انصاری صحابی سے حضرت نوح علیہ السلام کی وصیتوں کو یوں روایت کیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا: ”میں تمہیں وصیت کرتا

ہوں۔ ان میں کوتاہی تو ہو جائے لیکن انہیں بھولنا ہرگز نہیں۔“ میں تمہیں دو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ دو چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ میں تمہیں جن دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں ان سے رب تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے۔ اس کی صالح مخلوق بھی اس سے خوش ہو جاتی ہے۔ میں تمہیں لا الہ الا اللہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر زمین و آسمان کسی حلقہ میں ہوں تو یہ کلمہ انہیں توڑ کر رکھ دے۔ اگر یہ کلمہ کسی پڑے میں ہو تو اسے جھکا دے۔ میں تمہیں ”سبحان اللہ و بحمدہ“ کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ مخلوق کی نماز (ذکر) اور انس کے ذریعہ رب تعالیٰ مخلوق کو رزق دیتا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۗ  
إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿۳۳﴾ (الاسراء: ۳۳)

ترجمہ: ”اور (اس کائنات میں) کوئی بھی ایسی چیز نہیں مگر وہ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اس کی حمد کرتے ہوئے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے بیشک بہت بردبار بہت بخشنے والا ہے۔“

میں جن دو چیزوں سے روکتا ہوں وہ ایسی ہیں جن سے رب تعالیٰ بھی اور اس کی صالح مخلوق چھپ جاتی ہے۔ میں تمہیں شرک اور تکبر سے منع کرتا ہوں۔“

### تنبیہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ ”ایک دن حضرت نوح علیہ السلام نے غسل کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کا بیٹا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا: ”تو میری طرف دیکھتا ہے جبکہ میں غسل کر رہا ہوں۔ رب تعالیٰ تیرا رنگ سیاہ کرے۔“ اس کا رنگ کالا ہو گیا۔ یہی سوڈان کے باپ ہیں۔ اس روایت کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے ان کا تعاقب کیا ہے کہ اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمان ہے۔ محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام احمد، ابن سعد، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”رب تعالیٰ نے حضرت آدم ﷺ کو اس مٹی سے تخلیق کیا جسے ساری زمین سے اکٹھا کیا گیا۔ اس مٹی کے مطابق اولادِ آدم کی رنگت ہوتی ہے۔ ان میں سے بعض سرخ، بعض سفید، بعض کالے اور بعض ان کے مابین ہیں۔ اسی کے مطابق سخت، نرم، خبیث اور عمدہ ہیں۔“

## لامک

التیجان میں ہے کہ لامک عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ جبکہ عربی میں لمک ہے۔ سریانی میں لمخ ہے۔ اس کا معنی ”متواضع“ ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے عود، غنماء اور پانی کے حوض بنائے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے انہوں نے ۷۰ سال عمر بسر کی۔

## متوخی

ابن حبیب نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۹۶۰ سال عمر پائی۔ جوانی نے ان کی والدہ کا نام بروخا لکھا ہے۔ ان کے بھائی بھی تھے لیکن وہ لاوولد تھے۔ یہ ہی اپنے باپ کے وصی تھے۔

## خنوخ

گمان کیا جاتا ہے کہ یہی حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ حاکم نے المستدرک میں لکھا ہے کہ حضرت وہب سے پوچھا گیا ”حضرت ادریس کون تھے؟“ انہوں نے کہا: ”وہ ابونوح کے دادا تھے۔“ دوسری روایت کے مطابق یہ ان کے دادا تھے۔ حافظ نے لکھا ہے کہ پہلا قول درست ہے شاید دوسرے قول کو مجازاً استعمال کیا جاتا ہے۔ باپ کا دادا، دادا ہی ہوتا ہے۔

انہوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے۔ حافظ کہتے ہیں اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حسن سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”الیاس ہی ادریس ہیں اور حضرت

یعقوب ہی اسرائیل ہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت الیاس ہی ادریس ہیں تو یہ لازم آئے گا کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں نہ کہ حضرت نوح علیہ السلام ان کی اولاد میں سے ہوں۔ سورۃ الانعام میں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ  
وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ ۗ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۸۵﴾  
وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۗ (سورۃ الانعام: ۸۴، ۸۵)

ترجمہ: ”اور نوح کو ہم نے ہدایت دی تھی ان سے پہلے اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (راہ راست دکھائی) اور اس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو اور (ہم نے ہدایت دی) زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو۔“

اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت الیاس حضرت نوح کی اولاد میں سے ہیں خواہ ہم کہیں کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان ”و من ذریتہ“ میں ضمیر نوح علیہ السلام کے لیے ہے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوگا۔ وہ لازمًا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوگا۔

ابن اسحاق نے ”المبدأ“ میں لکھا ہے کہ الیاس بن فحاص بن عیزان بن ہارون بن عمران ہیں حاکم نے المستدرک میں لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام ان سے پہلے تھے۔ اکثر صحابہ کرام کا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام سے پہلے تھے۔ علامہ ابن عربی نے لکھا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے دادا نہ تھے۔ وہ تو بنو اسرائیل میں سے تھے۔ کیونکہ روایت ہے کہ وہ بنو اسرائیل سے تھے کیونکہ انہوں نے شب معراج حضور ﷺ کا اس طرح استقبال کیا تھا۔

”مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح“ اگر وہ آپ کے اجداد میں سے ہوتے تو ”الابن الصالح“ سے استقبال کرتے جس طرح کہ حضرت آدم ﷺ اور حضرت ابراہیم ﷺ نے کیا تھا۔ یہ عمدہ استدلال ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ تو واضح اور تلافی کے لیے ہے۔ لیکن یہ اس طرح نہیں ہے۔ امام نووی کا اشارہ یہی ہے۔

ابن اسحاق کا یہ قول کہ خنوح حضرت ادریس ﷺ ہیں اہل کتاب سے ماخوذ ہے۔ علامہ مازری نے لکھا ہے کہ مؤرخین کہتے ہیں حضرت ادریس ﷺ حضرت نوح ﷺ کے دادا تھے۔ اگر دلیل مل جائے کہ حضرت ادریس ﷺ رسول تھے۔ تو پھر نساہین کا یہ قول درست نہیں کہ وہ حضرت نوح سے پہلے تھے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا حدیث شفاعت میں ہے: ”حضرت نوح ﷺ کے پاس جاؤ۔ وہ پہلے رسول ہیں جنہیں رب تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف بھیجا۔ اگر کوئی دلیل قائم نہ ہو تو پھر ان کا قول درست ہے حالانکہ صحیح قول یہی ہے کہ حضرت ادریس ﷺ نبی تھے رسول نہ تھے۔“

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت اس بات کی تصریح کرتی ہے کہ حضرت آدم اور حضرت ادریس رسول تھے۔ طبرانی، حاکم اور ابن حبان نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت ادریس ﷺ نبی اور رسول تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے قلم کے ساتھ لکھا تھا۔ ”امام حاکم نے ضعیف سند سے حضرت سمرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ادریس سفید رنگت والے، لمبے قد والے، بڑے پیٹ والے چوڑے سینے والے تھے۔ ان کے سر پر بہت زیادہ بال تھے لیکن جسم کے بال کم تھے۔ ان کی ایک آنکھ دوسری سے بڑی تھی۔ ان کے جسم پر مرض کے بغیر سیاہ نقطے تھے۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ ان کی آواز نرم تھی۔ انہیں ادریس اس لیے کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اللہ کی کتب اور اسلام کی سنن پڑھتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے کپڑے سے۔ انہیں پہنا۔ اس سے قبل لوگ کھالیں پہنتے تھے۔ ایک ہزار انسانوں نے ان کی صدا پر لبیک کہا۔ جب رب تعالیٰ نے انہیں اٹھالیا تو انہوں نے ان کے بعد اختلاف کیا اور بدعتیں پیدا کیں۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۳۶۵ سال زندگی بسر کی۔



”المطلع“ میں ہے کہ ادریس کو سریانی میں خونخ کہا جاتا ہے۔ اس کا معنی بہت زیادہ عبادت کرنے والا ہے۔ ادریس اعجمی اور غیر منصور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ الدرس یا الدرستہ سے مشتق ہے کیونکہ وہ بہت زیادہ کتابیں پڑھتے تھے۔ انہیں حضرت آدم اور حضرت شیث علیہ السلام کے صحیفے یاد تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے ۵۱ جبکہ حضرت شیث علیہ السلام پر ۲۰ صحیفے نازل ہوئے۔ ان پر تیس صحیفے نازل ہوئے۔ وہ سب کو یاد کرتے اور پڑھتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے سیاہ اور سب سے پہلے علم ہیئت کے بارے خبر دی۔ حساب اور ستاروں کے بارے تائید سماوی سے بتایا۔ رب تعالیٰ نے انہیں ان کی دعا کی وجہ سے اٹھالیا تھا۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی اتنی عبادت کی حتیٰ کہ ملائکہ نے ان کی رفاقت کی تمنا کی۔

### یَرْد

ابن ہشام نے التیجان میں لکھا ہے کہ تورات میں ان کا نام یارد ہے۔ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا معنی ”ضابط“ ہے۔ انجیل میں ان کا نام یَرْد ہے۔ عربی میں اس کا معنی ”ضبط“ ہے۔ وہ رب تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے تھے۔ انہوں نے ۹۶۲ سال عمر پائی۔ یہ اپنے والد کے وصی تھے۔ ابن حبیب نے ان کی عمر ۸۹۵ سال لکھی ہے۔

### مھلا ییل

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اس کا معنی الحمد ہے۔ التیجان میں ہے کہ یہ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق زمین کے نگران بنے۔ انجیل میں ان کا نام مھلا ییل ہے جس کا معنی ”یسبح اللہ“ ہے۔ انہوں نے ۲۲۰ سال کی عمر میں وصال کیا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے ”ان کے زمانہ میں بتوں کی عبادت شروع ہوئی۔“

### قینین

یہ جعفر کے وزن پر ہے۔ اسے قینان بھی پڑھا گیا ہے۔ ”التیجان“ میں ہے کہ قینان

عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ عربی میں اسے ”مستوی“ کہتے ہیں۔ انجیل میں ان کا نام قایان ہے۔ عربی میں اس کا معنی عیسیٰ ہے۔ یہ اپنے باپ کے وصی تھے۔ ان کے جانشین تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا حق قائم کیا۔ انہوں نے ۱۲۰ سال عمر گزاری۔ ”النور“ میں ہے میرے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ انہوں نے ہی انطاکیہ کا شہر بسایا تھا۔

## یانش

التیجان میں ہے کہ سریانی میں اسے انوش کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں اس کا معنی صادق ہے۔ یہی زمین میں رب تعالیٰ کے امر کے والی تھے۔ وہ رب تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہے۔ حتیٰ کہ ان کی عمر ۹۵۰ سال ہو گئی۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے کھجور لگائی۔ خانہ کعبہ کے دروازے لگائے۔ دانہ کاشت کیا۔ ابو العباس احمد بن قاضی نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے دانہ کاشت کیا۔ وہ کاشتکاری کرتے تھے۔ جوانی نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ کا نام لبود بنت آدم تھا۔

## صیث

اسے شیث اور شیث بھی پڑھا گیا ہے۔ اسے منصور اور غیر منصور بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کا معنی ہبۃ اللہ یا عطیۃ اللہ ہے۔ ابن ہشام نے کہا کہ اس کا معنی نصب ہے کیونکہ ان پر اور ان کی اولاد پر دینا نصب کی گئی۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی ساری اولاد میں سے باجمال، افضل تھے۔ یہ حضرت آدم کے مشابہ تھے۔ ان کو سب سے پیارے تھے۔ یہ اپنے والد گرامی کے وصی اور ولی عہد تھے۔ یہ سارے انسانوں کے باپ ہیں۔ سارے انسانوں کے نسب ان تک جاتے ہیں انہوں نے زندگی کے ۹۱۲ سال گزارے۔

## آدم

ان کی کنیت ابو البشر، آدم اور خلیفہ ہے۔ آدم سریانی زبان کا لفظ ہے۔ اہل کتاب انہیں

آدم کہتے ہیں۔ علم اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔ علامہ ثعلبی نے لکھا ہے عبرانی میں مٹی کو آدم کہا جاتا ہے۔ اسی لیے انہیں آدم کہا جانے لگا۔ علامہ جوہری اور جوالیقی نے لکھا ہے کہ یہ عربی زبان کا اسم ہے۔ اس کے مادہ اشتقاق میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ اللادمتہ سے الفعل کے وزن پر ہے۔ بعض نے کہا ہے اللادیم سے الفعل کے وزن پر ہے۔ کیونکہ انہیں سطح زمین سے بنایا گیا۔

ابن سعد، عبد بن حمید، ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ آدم کو آدم کیوں کہا جاتا ہے؟ کیونکہ انہیں سطح زمین سے بنایا گیا۔ انہوں نے کہا ہے کہ اعلین کی مانند ہے۔ وزن اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ”أَدَمْتُ بَيْنَ الشَّيْئِينَ“ سے مشتق ہے۔ جب میں دو چیزوں میں مل جاؤں کیونکہ وہ پانی اور مٹی سے تخلیق کے گئے۔ قاسم بن محمد نے الدلائل میں لکھا ہے کہ اگر یہ ادیم الارض سے مشتق ہو تو یہ فاعل کے وزن پر ہے۔ اس میں ہمزہ اصلی ہوگا۔ یہ اللادمتہ سے الفعل کے وزن پر ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے۔ ”یہ قول درست نہیں کیونکہ کوئی ممانعت نہیں کہ یہ اللادیم سے مشتق ہو۔ یہ الفعل کے وزن پر ہو۔ ہمزہ زاہدہ ہمزہ اصلیہ پر داخل ہو گیا ہو۔“

خلیفہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۗ (البقرة: ۳۰)

ترجمہ: ”بیشک میں مقرر کرنے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔“

خلیفہ وہ ہوتا ہے جو اپنے سے پہلے کا جانشین ہوتا ہے۔ حضرت آدم ﷺ اس قوم کے بعد آئے جنہیں ”الجان“ کہا جاتا تھا۔ یا اس لیے کہ وہ آسمانی ملائکہ کے جانشین بنے۔ ”البشر“ انہیں رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہا جاتا ہے:

إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِينٍ ۖ (ص: ۷۱)

ترجمہ: ”میں پیدا کرنے والا ہوں بشر کو کچھڑ سے۔“

دوسرا قول یہ ہے کہ بڑے بڑے امور سرانجام دینے کی وجہ سے انہیں بشر کہا جاتا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے چہرے کی بشتاقت کی وجہ سے انہیں بشر کہا جاتا ہے۔ انہیں  
الانسان رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

هَلْ آتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا  
مَّذْكُورًا ① (الدھر: ۱)

ترجمہ: ”بے شک گزرا ہے انسان پر زمانہ میں ایسا وقت جبکہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔“  
اپنی جنس سے انس کی وجہ سے انہیں انسان کہا جاتا ہے۔ انسان وہ ہوتا ہے جس میں  
دو چیزیں پائی جائیں۔ وہ دوسرے سے پیار کرے۔ دوسرا اس سے پیار کرے۔ بعض نے  
اسے انوس سے مشتق مانا۔ حرکت کو انوس کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنی کوشش میں بہت زیادہ  
حرکت کرتا ہے۔ یا اسے الایناس کی وجہ سے الانسان کہا جاتا ہے۔ اس کا معنی دیکھنا ہے  
کیونکہ یہ اپنی بصارت اور بصیرت سے ادراک کر لیتا ہے۔ حضرت آدم ﷺ کی تخلیق کے  
بارے مختلف آیات طیبات ہیں۔ کسی جگہ فرمایا:

خَلَقَهُ مِن تَرَابٍ۔ (ال عمران: ۵۹)

کسی جگہ فرمایا:

مِّن طِينٍ لَّازِبٍ۔ (الصف: ۱۱)

ترجمہ: ”لپیدار کچھڑے سے بنایا اسے مٹی سے۔“

کسی جگہ فرمایا:

مِّن حَمِيمٍ مَّسْنُونٍ ② (الحجر: ۲۶)

ترجمہ: ”گھنکھناتی ہوئی مٹی سے جو پہلے سیاہ بدبودار گارہ تھی۔“

کسی جگہ فرمایا:

مِّن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ③ (الرحمن: ۱۴)

ترجمہ: ”بجھنے والی مٹی سے ٹھیکری کی مانند۔“

علماء کرام نے لکھا ہے ”یہ ساری آیات ایک اصل کی طرف لوٹتی ہیں۔ ان سے مراد وہ مٹی

ہے جس کی اصل طین ہے۔ رب تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ جب اس نے انہیں مٹی سے تخلیق کیا تو انہیں طین بنایا۔ پھر جما مسنون بنایا۔ پھر صلصالا کا لفخار بنایا۔ امام ثعلبی نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان جو اس نے ابلیس کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

خَلَقْتَنِي مِنْ تَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿٤١﴾ (ص: ٤٢)

ترجمہ: ”تو نے پیدا کیا ہے مجھے آگ سے اور پیدا کیا ہے اسے کچھڑ سے۔“

اس کی تفسیر میں علماء نے لکھا ہے کہ رب کے دشمن نے آگ کو مٹی پر فضیلت دینے میں غلطی کی۔ کیونکہ مٹی کئی اعتبار سے آگ سے افضل ہے۔

❖ مٹی کے خواص میں سے سکون، وقار، حلم، عاجزی، حیا اور صبر ہے۔ حضرت آدم ﷺ کی توبہ اور عاجزی کا یہی سبب تھا۔ رب تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ انہیں چن لیا۔ جبکہ آگ کے خواص میں خفت، طیش، حدت، ارتفاع اور اضطراب ہے۔ یہ امور ابلیس کے تکبر کا سبب بنے۔ اسے لعنت اور ہلاکت کا سبب بنا دیا۔

❖ جنت کی مٹی مشک کی ہے۔ اس میں آگ نہیں ہے۔

❖ آگ عذاب کا سبب ہے لیکن مٹی اس کے برعکس ہے۔

❖ مٹی مختلف امور کو جمع کرنے کا سبب ہے جبکہ آگ مختلف امور کو متفرق کر دیتی ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”حضرت آدم ﷺ کو روزِ جمعۃ المبارک کو تخلیق کیا گیا۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ﷺ کو کئی امور میں فضیلت عطا فرمائی ہے۔

❖ انہیں اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا۔

❖ انہیں ملائکہ سے سجدہ کرایا۔

❖ انہیں اپنی جنت میں سکونت دی۔

❖ انہیں چن لیا۔

❖ ان کی اولاد کی تکریم کی۔

❖ انہیں سارے اسماء کی تعلیم دی۔

❖ انہیں پہلا نبی بنایا۔

❖ وہ علم سکھایا جسے ملائکہ بھی نہیں جانتے تھے۔

❖ ان کی نسل سے انبیاء اور مرسلین پیدا فرمائے۔ صدیقین اور اولیاء پیدا فرمائے۔“

تاریخ کی کتب میں ہے کہ انہوں نے ایک ہزار سال زندگی پائی۔



## ”انا ابن العواتك والفواطم“ کا مفہوم

سعید بن منصور، طبرانی، ابن عساکر نے ثقہ راویوں سے روایت کی ہے۔ اس روایت کو حافظ، ناقد ضیاء الدین مقدسی نے صحیح کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”میں سلیم میں سے عواتک کا فرزند ہوں۔“ ابن عساکر نے حضرت قتادہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے کسی غزوہ میں فرمایا: ”انا النبی لا کذب، انا عبدالمطلب، انا ابن العواتک۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھوڑا دوڑایا۔ آپ کا گھوڑا آگے نکل گیا آپ نے فرمایا: ”میں عواتک کا فرزند ہوں۔“ یہ گھوڑا گویا کہ سمندر ہے۔“ ابن عساکر نے روایت کیا یہ کہ احد کے روز حضور ﷺ نے فرمایا تھا: ”میں فواطم کا فرزند ہوں۔“

القاموس میں ہے ”عتک یعتک کا معنی جنگ میں پلٹ کر حملہ کرنا ہے اور ”عتکت المرأة“ سے مراد یہ ہے کہ عورت کا شرافت اور سرداری میں بلند منصب ہونا ہے۔ کریم اور خالص کو عاتک کہا جاتا ہے۔ عاتک اس کھجور کو بھی کہا جاتا ہے۔ جس کا گابھا لگایا جائے۔ خوشبودار عورت کو بھی عاتک کہا جاتا ہے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ لغت میں عاتک کا معنی طاہرہ ہے۔ صحاح اور قاموس میں ہے کہ حضور ﷺ کی جدات میں سے نو عواتک ہیں۔ تین بنو سلیم میں سے ہیں۔ عاتک بنت ہلال، ہاشم کے دادا کی والدہ۔ عاتک بنت مرہ۔ ہاشم کی والدہ، عاتک بنت الاقص۔ ام وہب ام عبدمناف بن زھرہ۔ یہ حضور ﷺ کے نانا کی والدہ تھی۔ حضور ﷺ کے ننھال کی ساری عواتک بنو سلیم کے علاوہ ہیں۔ ”نہایہ“ میں ہے کہ بنو سلیم کی عواتک تین ہیں۔ لیکن انہوں نے

لکھا ہے عاتکہ بنت بلال عبدمناف ابو قحسی کی والدہ تھیں۔ صحاح اور قاموس میں ہے قحسی والد عبدمناف کی والدہ عاتکہ ہوگی۔ ہر حال میں کہا گیا ہے کہ ام قحسی اور ان کے بیٹے عبدمناف دونوں کی مائیں عاتکہ تھیں۔ یا تو ان میں سے ہر ایک کا نام عاتکہ تھا۔ یا ایک کا نام اور دوسری کا لقب تھا۔

”نہایہ“ میں ہے عواتک میں سے پہلی دوسری کی پھوپھی اور تیسری کی پھوپھی ہے۔ ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی جدات میں سے چودہ عواتک تھیں۔ تین قریشی، چار سلیمات، دو عدوانیہ، ہذلیہ، قحطانیہ، ثقفیہ، اسدیہ، خزیمیہ، قضاعیہ۔ ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی جدات میں سے فواطم دس ہیں۔ عواتک اور فواطم کے آباء میں اختلاف کی وجہ سے میں ان کا تذکرہ نہیں کرتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ساری جدات پاکیزہ تھیں۔ ان کے زیادہ شرف یا شہرت کی وجہ سے عواتک اور فواطم کو مختص کیا گیا۔

امام حلیمی نے لکھا ہے کہ اس نے ان پر فخر کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ مذکورہ خواتین کے مراتب اور مقامات سے آگاہ کرنا مقصود تھا۔ جس طرح کہ ایک شخص کہے ”میرے والد فقیر تھے۔“ اس کا ارادہ فخر کرنے کا نہیں بلکہ وہ دوسروں کو چھوڑ کر اس کی تعریف کرنا چاہتا ہے۔ شاید آپ ﷺ کا ارادہ ہو کہ آپ ﷺ اس نعمت کا شکر ادا کریں جو رب تعالیٰ نے آپ ﷺ پر آپ ﷺ کے آباء اور جدات پر کنی ہے۔ اس میں فخر نامی چیز نہیں ہے۔







وما  
ارسلناك  
الا رحمة  
للعلمين

سورة الكهف

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ  
صَلِّ وَسَلِّمْ

نَسَبِ كَا  
كَا  
كَا

مصنف

حضرت امام محمد بن يوسف الصالحى الشافعى رحمه الله عليه

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بحیرہ شرقیہ



زویا  
پبلشرز

زویا پبلشرز

ڈربار مارکیٹ، لاہور